قدم قدم آغاز　　دھیرے دھیرے اعزاز

درست
RS 50

نشاناتِ کریمانہ

بمع

لَیْلَةِ الْقَدْرْ کا ظہور

ہومیو ڈاکٹر سلطان احمد مجاہد

نام کتاب : نشانات کریمانہ (بمع لیلۃ القدر کا ظہور)

نام مصنف : ہومیوڈاکٹر سلطان احمد مجاہد

طبع اول : ۱۹۹۰ء

تعداد : ۵۰۰

طبع دوم : ۲۰۰۰ء

تعداد : ۵۰۰

پرنٹر : سلور لنک پرنٹرز رائل پارک لاہور
Ph: 6369887

فہرست

ہومیوڈاکٹر سلطان احمد مجاہد

ناصر آباد غربی ربوہ

فون رہائش : 214346

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ھوالناصر

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

احباب کرام اس کتاب کا پہلا اڈیشن 1990 میں شائع کیا جن احباب نے اس کتاب کو پڑھا ان میں سے بہت سارے احباب نے اس کو سراہا زبانی اور تحریری طور پر بھی اس کو بہتر ہونے کی تعریف کی الحمد للہ۔ اب زندگی کے اس آخری دور میں اضافے کے ساتھ ان روحانی پھلوں کو دوبارہ شائع کر کے ثواب حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اس وقت خدا کے فضل سے میں تہترویں سال کے آغاز میں ہوں صحت اچھی ہے۔ میل دو میل تک سائیکل پر سفر کر لیتا ہوں اپنی رہائش ناصر آباد غربی میں ایک معمولی سا ہومیو کلینک ہے۔ جہاں رشد و ہدایت اور دعوت الی اللہ کی سعادت نصیب ہوتی رہتی ہے۔ ڈش کے ذریعہ پروگرام سننے کا بھی انتظام یہاں موجود ہے۔ دعوت الی اللہ کے پروگرام بھی ربوہ سے باہر جانے کے بنتے رہتے ہیں۔

لڑکی عزیزہ ناجیہ طاہرہ اہلیہ نعیم احمد صاحب بلوچ ولد فیض اللہ صاحب ڈرائیور رحمٰن کالونی جرمنی سے شادی ہو چکی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا ہے۔

اپنے گھر میں خوش باش ہیں۔ الحمد للہ

ہم میاں بیوی صرف ناصر آباد غربی ربوہ میں رہتے ہیں۔ نہائیت آرام دہ ماحول ہے۔

بیٹے کی طرف سے خدا کے فضل سے راحت وسکون حاصل ہے میری پوتی سعدیہ رفعت نہائیت ذہین دین دار بیٹی ہے۔

جو بوقت تحریر 6/4/2000 نویں جماعت کی طالبہ ہے۔

۱) پوتا بدر احمد عرفان وقف نو آٹھویں کلاس کا طالب علم ہے۔

۲) اسی طرح صوفی سفیر احمد چھٹی کلاس میں زیر تعلیم ہے۔

۳) رمیض احمد تیسری کلاس کا طالب علم ہے۔

سب بچے بمعہ والدین دین دار اور احمدیت کے شیدائی ہیں اور محبت کے پیکر ہیں۔

بیٹا ڈاکٹر رشید محمد راشد آئی سپیشلسٹ فضل عمر ہسپتال میں ہی اس کی رہائش ہے۔ اپنے کام میں خوب مہارت رکھتا ہے۔ میری خدمت میں جہاں تک ممکن ہو تو ہر طرح میری خدمت میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر رنگ میں جزا دے۔ آمین

مجھے اپنی بہو عزیزہ منصورہ فرحت سے کوئی شکوہ گلا نہ ہے۔ اسی کی والدہ جو ایک لمبے عرصہ سے بوجہ فالج علیل ہے صحت والی زندگی اور تمام خاندان کی راحت و آرام کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں۔

میری اہلیہ محترمہ ثانی اور میں اپنے گھر میں خوش ہیں۔
میں اپنے محترم سسر میاں محمد عبداللہ صاحب اور ان کے تمام خاندان کے لئے دعا گو ہوں۔

پیر کوٹ ثانی ضلع حافظ آباد میں احمدیت کا آغاز

ہمارے گاؤں میں ایک بزرگ حضرت میاں جلال الدین صاحبؓ سکول ماسٹر تھے ان کو حکمت پڑھنے کا شوق تھا کسی صاحب کی تحریک پر حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب حضرت مسیح موعود کے والد سے حکمت پڑھنے کے لئے قادیان تشریف لے گئے۔
دوران طالب علمی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نیک فطرت دیکھ کر عقیدت ہو گئی جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوہ کیا اور 1889 میں بیعت لینی شروع کی تو حضرت میاں جلال الدین صاحب کو علم ہوا تو آپ نے بلا تعامل بیعت کرلی اور جماعت میں شامل ہو گئے اس طرح آپکی دعوت الی اللہ پر تقریباً آدھا گاؤں احمدیت میں داخل ہو گیا
روائیت محترم ملک حمید احمد دار الرحمت وسطی ربوہ

یہ حضرت میاں جلال الدین کے پوتے ہیں۔

ان بزرگوں میں خاکسار کے والد بزرگوار حضرت میاں کرم الدین صاحب
۲) حضرت حاجی احمد صاحب (۳) حضرت میاں غازی احمد صاحب تینوں
بھائیوں نے بھی بیعت کرلی اور جماعت میں خدا کے فضل سے شامل ہوگئے۔

تعارف خاندان

ڈاکٹر سلطان احمد مجاہد ولد حضرت میاں کرم الدین صاحب والد حضرت میاں
بختاور صاحب جو ساگر کلاں نزد حافظ آباد سے آکر پیر کوٹ آباد ہوئے آپ کے والد کا
نام جمال الدین اور انکے والد کا نام سلطان احمد تھا۔ واللہ علم بثواب

حضرت میاں کرم الدین صاحب کی اولاد

۱) بخت بھری زوجہ حکیم عبدالعزیز صاحب مرحوم چک چھٹہ

۲) محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ مرحومہ موصیہ زوجہ میاں نواب الدین صاحب
مرحوم

۳) محترمہ اللہ جوائی صاحبہ زوجہ سردار محمد صاحب

۱) بیٹا ڈاکٹر سلطان احمد مجاہد

۲) میاں فضل احمد صاحب مرحوم ان کی اولاد پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں چار بیٹے اور دو

بیٹیاں شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں کراچی میں مقیم ہیں۔

میاں حاجی احمد صاحب کا ایک بیٹا نواب دین صاحب مرحوم اور ان کا ایک بیٹا ماسٹر
عبدالسلام آف چک چھٹہ اور تین بیٹیاں عبدالسلام صاحب کا ایک بیٹا بی۔اے کا
سٹوڈنٹ شاہد احمد ہے۔

میاں نواب دین صاحب کی دو بہنیں تھیں۔

ایک بہن محترمہ فتح بی بی صاحبہ صاحب حیات ربوہ میں آباد ہے۔ تین بیٹے سب
صاحب اولاد ہیں۔ اور محلہ دارالیمن ربوہ میں رہائش پذیر ہیں۔

۳) حضرت میاں غازی احمد صاحبؓ موصی تھے ربوہ بہشتی مقبرہ میں دفن
ہیں۔

آپکی نرینہ اولاد نہ تھی اللہ تعالیٰ سب پر اپنی رحمت کا سایہ فرمائے آمین۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر انعام پر انعام کرتا چلا جاتا ہے۔ اور اپنی کسی مشیت
کے تحت اپنے ان بندوں کو ابتلا میں ڈال دیتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں
ہوتا کہ وہ اپنے بندوں کو تکلیف میں ڈال کر خوش ہو بلکہ ان کے اعمال کو صاف
ستھرا بنا کر اپنی گود میں لیتا ہے۔ جس طرح ماں اپنے بچے کی الائش کو دھو کر
نہلانے لگتی ہے۔ تو بچہ روتا ہے۔ چلاتا ہے۔ پھر نئے کپڑے پہنا کر دودھ پلاتی
ہے۔ بندہ دعا کرتا ہے۔ اور مشکلات اور مصائب سے نکل جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ
کے مزید انعامات سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اس کو ابتلا میں ڈالے جانے کی دو
وجوہات ہیں۔

۱) تو اس کی اپنی بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں۔ جو اسے خود نظر نہیں آرہی ہوتی بے
شک بنیادی طور پر وہ نیک ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ابتلا میں ڈال کر اس کی غلطیاں
برائیاں اسے دکھانا چاہتا ہے۔ تاکہ وہ سخت آنے والے ابتلا سے بچ جائے۔

۲) ایک ایسا ابتلا ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے صبر کا امتحان لیتا ہے۔ جب
وہ اپنے امتحان میں پاس ہو جاتا ہے۔ تو اس کی کیفیت ہمارے پیارے امام حضرت
خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے اس شعر جیسی ہو جاتی ہے۔

ہو فضل تیرا یارب یا کوئی ابتلا ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے مراتب کو اس جہاں میں بھی اور اگلے جہاں میں بھی بلند
کرتا چلا جاتا ہے۔

بندہ عاجز کو اللہ تبارک تعالیٰ نے جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ کہ جلسہ سالانہ لندن
1988ء میں شمولیت کی توفیق بخشی اور وہاں سے میں کلمہ شریف والی انگوٹھی
خرید لایا۔

اس کلمہ والی انگوٹھی کی برکت سے اسیر راہِ مولا ہونا پڑھا جس کی بنا پر ایک پورا
گھرانا احمدیت میں داخل ہو گیا الحمدللہ جیل میں ملک گلزار احمد صاحب کھوکھر
رجہ فیصل آباد روڈ تحصیل چنیوٹ سے جیل میں ملاقات ہوئی اور دوست
بن گئے وہ کسی وجہ سے جیل میں اسیر تھے۔

جیل سے رہائی کے بعد مختلف وقتوں میں میں ان کے پاس جا کر دعوت الی اللہ کرتا
رہا 1998ء میں اللہ تبارک تعالیٰ نے آٹھ افراد خاندان کو جماعت احمدیہ میں شامل
ہونے کی توفیق بخشی۔

جس سے مجھے عظیم روحانی خوشی انگوٹھی کی حاصل ہوئی۔
جس کا ذکر اوپر کتاب میں آچکا ہے۔

=

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کیساتھ

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے ابتداء سے ہی اپنے خاص فضلوں۔ رحمتوں کیساتھ دینی و دنیاوی نعماء سے بے حد حساب نوازا۔ اس کے لئے میں جس قدر بھی اپنے رب العزت کا شکر ادا کروں کم ہے۔ کیونکہ شکر ادا کرنے کی توفیق پانا بھی اس کے فضلوں اور رحمتوں پر منحصر ہے میں آیندہ بھی اپنے رب سے اسکے فضلوں اور برکتوں کا محتاج اور طلب گار رہوں!

میرے بعض دوستوں نے مجھے پر زور تحریک کی کہ میں اللہ تعالیٰ کے احسانات کو رفاو عام کیلیئے قلمبند کروں تا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تکمیل ہوپائے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ. دوسرے یہ کہ دعا اور اسکی قبولیت کا پھل وہ احباب بھی دیکھیں جو دعا کی اہمیت نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ میری زندگی کے یہ چند واقعات احباب کیلیئے مفید ثابت ہوں۔ آخر پر میں اپنے مخلصین سے درخواست دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلائے اور خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین

احمدیت میں آپ کا بھائی ہومیو ڈاکٹر سلطان احمد مجاہد ناصر آباد غربی ربوہ پاکستان

جنوری ۱۹۹۰ء

عکس حیات

بزبان بانئی سلسلہ عالیہ احمدیہ

تیری درگاہ میں نہیں رہتا کوئی بھی بے نصیب
شرط رہ پر صبر ہے اور ترکِ نامِ اضطرار

جس کو تیری دھن لگی آخر تجھ کو جا ملا
جس کو بے چینی ہے یہ وہ پا گیا آخر قرار

میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطیف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار

ابتداء سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

پیدائش و بچپن

میرے والد صاحب کا اسم گرامی حضرت میاں کرم الدین صاحب تھا آپ پیر کوٹ ثانی ضلع گوجرانوالہ میں سکونت پذیر تھے یہ بستی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مورد بنی۔ میرے والد ماجد بھی ان ممتاز بزرگوں میں سے ایک تھے جن کو امامِ وقت کو پہچاننے کی توفیق ملی۔ الحمد اللہ۔ خاکسار ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوا۔ بچپن اسی بستی میں گذارا پانچ بہن بھائیوں میں خاکسار سب سے چھوٹا تھا۔

تعلیم و تربیت

میرے والد صاحب مالی لحاظ سے کوئی خاص حیثیت نہ رکھتے تھے کوئی ذاتی زرعی نہ تھی۔ ایک معمولی کاشتکار تھے۔ لیکن اپنی اولاد کو تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ دیکھنے کے متمنی تھے مگر مالی کمزوری کی وجہ سے وہ مجھے پرائمری تعلیم دلا سکے تاہم اپنے نیک اور پاک نمونہ سے نماز باجماعت کی ادائیگی کی سعادت سے مالامال کر گئے۔ فالحمد للہ۔

فوج میں بھرتی

۱۹۴۲ء میں بعمر سولہ برس مجھے متحدہ ہندوستان کی فوج میں بھرتی ہونا پڑا ابھی

ایک مہینہ ہی گذرا تھا کہ والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا یہ زمانہ بڑی مشکلات کے دور کا تھا۔ جو تنخواہ ملتی وہ میں اپنی پیاری امی جان کو بھجوا دیتا جس سے گھر کی گزر بسر ہوتی رہی۔

میرا انگوٹھا کس نے ہلایا

ملازمت کے دوران دعوت الی اللہ کے بہت مواقع میسر آئے اور ہر موقع پر دعوت الی اللہ کی ہمت عطا کی۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے با قاعدہ مبلغین میں شامل ہونے کی توفیق بخشی۔ ۱۹۴۴ء میں خاکسار متحدہ بنگال میں فوجی ڈیوٹی پر تھا جب کہ جنگ عظیم دوم زوروں پر تھی۔ ان دنوں خدا کی یاد کا ایک عجیب لطف آتا تھا۔ سرور اور وجد کی سی کیفیت رہتی۔ تہجد کی با قاعدہ توفیق ملتی۔ ایک دن غلبۂ نیند کی حالت میں محسوس ہوا کہ میرے دائیں پاؤں کے انگوٹھے کو زبردست جنبش ہوئی جس نے مجھے بیدار کر دیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اسکے فضلوں کا متلاشی ہوا جس کے ساتھ ہی مجھے اپنے پیارے خدا پر وجد آفرین اور لافانی سرور و عرفان حاصل ہوا۔

دیار غیر میں حقیقی تفریح

اسی دوران ۱۹۴۵ء میں ہمارا کیمپ برما کے شہر رنگون سے ۲۸ میل کے فاصلہ پر

تھا۔ جاپان اور برطانیہ کے درمیان جنگ زوروں پر تھی۔ برطانیہ نے جاپان کے دو
شہروں ناگاساکی اور ہیروشیما پر نہائیت خطرناک ایٹم بم گرائے جس سے یہ شہر تباہ
برباد ہو گئے۔ ۱۵، ۲۰ میل کے علاقہ بھسم ہو کر رہ گیا۔ لاکھوں جانیں ضائع ہو
گئیں۔ جس پر جاپان نے برطانیہ کے آگے ہتھیار ڈال دیے اس خوشی میں تمام
فوجیوں کو سیر و تفریح کیلئے دو دن کی رخصت دی گئی اور رنگون شہر کی سیر کے لئے
گاڑیاں بھی مہیا کی گئیں۔

اپنے دوستوں کے ہمراہ خاکسار بھی رنگون پہنچا۔ رنگون پہنچ کر باقی فوجی تو
سیر و تفریح اور سینما بینی میں مصروف ہو گئے لیکن خاکسار یہاں اپنے احمدی
بھائیوں کی تلاش میں لگ گیا۔ بڑی تگ و دو کے بعد ایک مقامی گھڑی ساز کے
ذریعے ایک احمدی سے ملاقات ہو گئی۔ وہ اردو نہیں جانتے تھے جب ان کو معلوم
ہوا کہ میں پنجابی احمدی ہوں تو وہ بہت خوش ہوئے ہم خوب بغل گیر ہوئے۔
ترجمان کے ذریعے اس نے دوسرے احمدی بھائیوں سے ملاقات کروائی۔ اس
طرح قریباً نصف درجن احمد بھائیوں سے تعارف ہو گیا۔ ان احمدی بھائیوں نے
اسقدر محبت پیار اور خلوص اور وفا کا سلوک فرمایا کہ آج ۴۲ سال بعد بھی اس
ملاقات کا نقش دل و دماغ پر تازہ ہے۔ الحمد اللہ

ایک پریشان کن واقعہ اور الٰہی تصرف

احمدی بھائیوں سے ملاقات میں اس قدر منہمک ہوا کہ واپسی کے وقت کا اندازہ ہی
نہ رہا اور جب ۴ بجے شام جانے کے لئے مقررہ مقام پر پہنچا تو میری فوجی گاڑی
جس پر میں نے واپس جانا تھا سفر پر روانہ ہو چکی تھی، اب اس بیس میل لمبے
چوڑے شہر میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ میز کیمپ کہاں ہے نیز یہ پریشانی بھی
لاحق تھی کہ غیر حاضری کی سخت سزا ملے گی۔ بہت دعا کی کہ اے اللہ میری مدد
فرمائیں کیسے منزل مقصود تک پہنچوں۔ اتنے میں چلتے چلتے رات کے دس بج گئے۔
آخر ایک ہسپتال کے قریب سے گذر ہوا تو وہاں موجود فوجی بھائیوں کو اپنے بچھڑ
جانے کی داستان سنائی۔ انہوں نے ایک صوبیدار تک پہنچادیا جو اتفاق سے میری
کمپنی کو جانتا تھا۔ انہوں نے بڑی شفقت کا سلوک کیا۔ کھانا کھلایا اور اپنے ڈرائیور کو
حکم دیا کہ اس کو فلاں کمپنی میں چھوڑ آؤ نیز فرمایا کہ ان کے حوالدار کو کہہ دینا کہ ان
کو کچھ نہ کہیں۔ کمپنی میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

سنگاپور میں قیام اور روحانی تربیت

جنگ ختم ہونے ک دوماہ بعد ہماری بٹالین کا برما سے سنگاپور تبادلہ ہو گیا وہاں بھی
سرکاری ڈیوٹی کے بعد مجھے جماعت کے دوستوں سے ملاقات کی لگن ستائے

رکھتی کیونکہ اکیلا رہنے کیوجہ سے بے چینی سی لگی رہتی تھی ایک دن عجب اتفاق
ہوا کہ ہماری کمپنی کے ساتھ والی بال کا دوستانہ میچ کھیلنے کیلئے باہر سے فوجی دوست
تشریف لائے ان میں دیکھا کہ ایک نوجوان نے چھوٹی چھوٹی کالی فرنچ کٹ داڑھی
رکھی ہوئی تھی جلد ہی ایک عیسائی دوست نے جو احمدیوں سے متعارف تھا مجھے بتایا
کہ وہ تمہارا قادیانی بھائی ہے۔ اس پر میں بے دھڑک ان سے جا ملا متعارف ہونے
پر ہم دونوں بہت خوش ہوئے حتی کہ صبح وہ مجھے اپنے ہمراہ "انان روڈ مشن ہاؤس"
لے گئے اور وہاں حضرت مولوی غلام حسین ایاز صاحب سے ملاقات کروائی۔
اسکے بعد خاکسار ہر روز خصوصاً نماز عشاء مشن ہاؤس جا کر ادا کرتا جو میرے کیمپ
سے قریباً دس کے فاصلہ پر تھا۔ یہ سفر بذریعہ بس ہوتا تھا۔ دوران سفر اصلاح و
ارشاد کا فریضہ بھی ادا کرتا۔ یوں دیار غیر میں اپنائیت کا ماحول میسر آنا فضل ایزدی
سے کم نہ تھا۔ یہ لمحات میرے لئے بڑے خوش کن اور مفید ثابت ہوئے۔

سنگاپور میں حادثہ اور معجزانہ زندگی

۱۹۴۵ء میں سنگاپور میں جب میں اپنی ڈیوٹی ادا کرتا تو وہاں ہر اتوار رخصت کے دن
احمدیہ مشن ہاؤس آجاتا اور یہاں محترم مولوی غلام حسین ایاز صاحب کی راہنمائی
اور قیادت میں اصلاح و ارشاد کا کام کرتا۔ ہم احمدی فوجی ہر اتوار یہ فریضہ ادا
کرتے۔ انگریزی اور ملائی زبان میں چھپوائے ہوئے پمفلٹ تقسیم کرتے محترم

ڈاکٹر عمر دین صاحب سندھو بھی ان دنوں ملٹری میں کیپٹن ڈاکٹر تھے۔ ایک روز
چار بجے میں اور ڈاکٹر صاحب جیپ میں واپس آرہے تھے تو ایک چوک کے کراس
کرنے پر ایک ٹرک ہماری جیپ سے ٹکرا گیا۔ جیپ الٹ گئی میں اور ڈاکٹر صاحب
لڑھکتے ہوئے جیپ سے باہر جا پڑے اس وقت ڈیوٹی پر موجود ایک انگریز پولیس
افسر فوراً ہماری امداد کے لئے آگیا۔ اتفاق سے ہماری جیپ کے ڈرائیور احمدی تھے
ان کو ذرہ بھر چوٹ نہ آئی۔ لہذا پولیس افسر نے ہمارے ڈرائیور کے ساتھ ہمیں
ہسپتال بھجوا دیا۔ ہسپتال والوں نے فوراً ہمیں داخل کر لیا اور ہفتہ بھر علاج کے بعد
فارغ کیا اس ہلاک خیز حادثہ میں بچنے کی بظاہر کوئی صورت نہ تھی مگر خدا نے
معجزانہ طور پر ہم سب کو گویا نئی زندگی عطا کی۔

عجیب اتفاق اور دعا کا اثر

حادثہ سے ایک ہفتہ قبل جب کہ میں انان روڈ بیت الحمد میں نماز ادا کرنے جا رہا
تھا تو اچانک رستہ بھول جانے کی وجہ سے ایک ایسے بازار سے گذرا جو بد اخلاقی کا اڈا
تھا اور فوجیوں کیلئے وہ رستہ ممنوع تھا۔ جب میں گذر رہا تھا تو ایک ملٹری پولیس افسر
نے جو انگریز تھا مجھے پکڑ لیا اور "پے بک" نکالنے کو کہا۔ اس نے "پے بک" سے
ایڈریس لیکر میرا "چالان" کر دیا اور میرے کمپنی کمانڈر کو لکھدیا کہ یہ ممنوعہ علاقہ
سے پکڑا گیا ہے۔ اسے سزا دی جائے۔

اس واقعہ کے ۱۵ منٹ بعد میں مشن ہاؤس آیا حضرت مولوی صاحب سے دعا کی درخواست کی دعا کا اثر یہ ہوا کہ جب میں ہسپتال پہنچا تو میرے چالان کے کاغذات میری کمپنی میں ائے کمپنی والوں نے لکھ دیا کہ وہ سپاہی ہسپتال میں ہے اس طرح میں سزا سے بچ گیا۔

ایک عظیم ابتلا اور صبر کی توفیق

۱۹۴۶ء کے نومبر میں جب حسب معاہدہ ملٹری سے فارغ ہوا تو مجھے فوج کی طرف سے -/۴۰۰ روپے کی رقم بطور انعام دی گئی۔ یہ رقم اس زمانہ میں ایک بہت بڑی رقم تھی۔ القصہ بندہ براستہ لاہور واپس ہوا تو لاہور پہنچ کر خیال آیا کہ قادیان دارالامان جاکر حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کر کے نیز مقامات مقدسہ کی زیارت کے بعد گھر جاؤں لہذا میں قادیان روانہ ہوا۔ اسی اثناء میں میری غفلت کی وجہ سے میری رقم چوری ہو گئی۔ اندریں صورت اتنی حقیر رقم کا گم ہونا اور میرا تہی دست واپس گھر آنا میرے ایمان کے متزلزل ہونے کیلئے خطرہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے میرے ایمان کی حفاظت فرمائی اور صبر کی توفیق بخشی۔ خالی ہاتھ گھر آیا والدہ صاحبہ سے عرض کیا کہ میں تو رستہ میں ساری رقم گنوا آیا ہوں تو حضرت والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی خواب دیکھ چکی تھی کہ آپ رقم گنوا کر گھر آئے ہیں۔ لیکن میں اللہ تعالیٰ کی شکر گذار ہوں کہ جس نے ان ہولناک

حالات میں میرے بیٹے کی صحیح سلامت گھر پہنچایا ہے جبکہ ہزاروں ماؤں کے لال گاجر مولی کی طرح جنگ میں کٹ گئے ان حالات میں میرے لئے میرے بچے کا بچ کر آجانا دنیا جہان کی نعمتوں سے کم نہیں۔ اس ضائع ہونے والی رقم کی میرے نزدیک کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

شادی اور فرقان فورس میں شمولیت

رشتہ تو پہلے ہی طے ہو چکا تھا۔ سروس سے فراغت کے بعد فروری ۱۹۴۷ء میں میرے شادی محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ بنت مکرم میاں حسن دین صاحب ساکن موسے والا ضلع سیالکوٹ سے ہو گئی شادی کے بعد اپنے بڑے بھائی فضل احمد صاحب کے ساتھ کاشتکاری میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ چند ماہ بعد کاشتکاری ترک کر کے چک چٹھہ میں برلب سڑک اپنے بہنوئی مکرم حکیم عبدالعزیز صاحب کے پاس سائیکل مرمت کا کام شروع کر دیا۔ ماہ اگست میں جب پاک وہند کی تقسیم ہوئی اور ہندوستان نے کشمیر پر ناجائز قبضہ کر لیا اسلئے کشمیر کو آزاد کرانے کیلئے جہاد کا اعلان ہوا۔ کشمیر چونکہ پاکستان کا حق تھا اسلئے ہمارے آقا سیدنا حضرت خلیفتہ المسیح الثانی نے جماعت میں تحریک فرمائی کہ کشمیر کے محاذ پر احباب جنگ میں شامل ہوں خصوصاً ریٹائرڈ احمدی فوجی اپنے آپ کو وقف کریں۔ اور میدان جنگ میں آنریری خدمات بجا لائیں۔ خاکسار نے قائد خدام الاحمدیہ کی حیثیت سے

جماعت میں یہ تحریک کی اور خود کو بھی پیش کر دیا، اگلی صبح جب بیدار ہوا تو کیا دیکھا کہ میری نوبیاہتا بیوی میرے سرہانے بیٹھی شدت غم سے رو رہی ہے اور آنسوؤں سے میرے چہرے کو تر کر دیا۔ ان کے ان جذبات کا مجھ پر اثر انداز ہونا ایک فطری امر تھا لیکن میں نے عزم صمیم کر رکھا تھا اور دعائیں بھی کر رہا تھا کہ حضور انور کے ارشاد کے مطابق تعمیل ارشاد ہو گی اور ضرور محاذ جنگ پر جاؤنگا۔ لہذا میں نے بیوی کو تسلی دی اور ناشتہ کر کے رخت سفر باندھا اور پیار بیوی کو میکے جانے کی ہدایت کی اور مرکز کی ہدایت کے مطابق میں سیدھا لاہور جدھامل بلڈنگ پہنچ گیا۔ دوسرے روز افسران کی ہدایات کے مطابق سرائے عالمگیر ضلع جہلم فرقان فورس کی احمدیہ بٹالین کے انچارج محترم میجر حیات محمد صاحب قیصرانی کو اپنی خدمات پیش کر دیں۔ یہاں انہوں نے مزید پندرہ دن کی جنگی تربیت دے کر محاذ کشمیر "باغ سر" کے مقام پر تعینات کر دیا اور اپنی بٹالین کو ڈیڑھ میل لمبے محاذ پر پھیلا کر اپنی ذمہ داریوں کو نبھانا شروع کر دیا۔ خاکسار کو سابقہ فوجی مہارت کے پیش نظر ایک مورچہ کا حوالدار انچارج بنادیا گیا۔ وہاں چونکہ آزاد فوج جس میں ہماری بٹالین بھی شامل تھی کشمیر کو آزاد کروانے میں سرگرم عمل تھی اور ادھر انڈین فوج مقبوضہ کشمیر سے باقاعدہ گولہ باری سے پاکستانی فوج کو نشانہ بنائے ہوئے تھی۔ یہاں ہم موت وحیات کی کشمکش میں وقت

گذار رہے تھے۔ خوراک اور اسلحہ کی شدید کمی کے باوجود ہمارے حوصلے بلند تھے اور ہم گولہ باری کے خوف سے قطعاً پریشان نہ تھے بلکہ پوری قوت اور بلند حوصلہ سے دفاع وطن میں مصروف تھے۔

محاذ سے واپسی

ڈیڑھ ماہ تک یہ فریضہ ادا کرنے کے دوران میری صحت بہت متاثر ہوئی کام کی شدت اور خوراک کی کمی کی بناء پر جگر خراب ہو گیا اور کماحقہ کام کرنے کے قابل نہ رہا۔ اتنے میں مزید چند احمدی رضاکار حاضر ہو گئے تو افسران نے پہلے چند دوستوں کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔ جن میں مجھے بھی واپسی کا حکم ہوا "باغ سر" سے تقریباً ہم عصر کے وقت پچاس خدام محاذ فرقان بٹالین سے فارغ ہو گئے۔ رات کو ہم نے اسلئے سفر کرنا تھا کہ دن کے وقت دشمن کے جہازوں کے حملہ سے بچ سکیں کیونکہ دشمن کے جہاز دن کو حملہ کرتے رہتے تھے۔

رات کا کٹھن سفر

محاذ کشمیر سے واپسی تقریباً شام کو شروع ہوئی۔ چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی صورت میں ہم عازم سفر ہوئے۔ ایک میل کا سفر طے کر چکے تو سورج غروب ہو گیا۔ پانچ میل کا سفر بڑا ڈھلوان تھا اور دشوار گذار بھی۔ راستہ میں خطرناک نالہ بھمبر بھی

عبور کرنا تھا۔ پیدل چلتے چلتے پاؤں سوج گئے۔ خرابئ جگر اور کمزوری صحت کیوجہ سے میرا تو بہت برا حال تھا میرے لئے مزید چلنا دوبھر ہو گیا۔ میں چونکہ بہت آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قافلہ والے بہت آگے نکل گئے اور میں اکیلا پیچھے رہ گیا۔ رستہ میں ایک خوفناک جنگل آگیا۔ گھٹاٹوپ اندھیرا چھاچکا تھا سخت گھبراہٹ ہوئی کہ کوئی جنگلی جانور کھاجائیگا۔ اس خطرناک اور خوفناک منظر میں ایک ہی زبردست طاقت کا سہارا تھا۔ وہ طاقت اللہ کی ذات تھی اسی کے سہارے اور بھروسے پر مگن ہو کر چلتا رہا نہ بستر نہ خوراک نہ ہمت نہ چلنے کی طاقت بس یہ تھکا ہوا جسم اللہ کی یاد میں مگن سفر پر رواں دواں رہا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت شاملِ حال رہی جس پر میرا حوصلہ بڑھ جاتا۔ میں اسی زندگی اور موت کی کشمکش میں ہی تھا کہ اچانک تین دوست پاس سے گذرے ان میں سے دو احباب نے ایک دوست کے کندھے پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ یہ بھی ہمارے احمدی بھائی تھے۔ جو ایک مریض کو سہارا دیکر ہسپتال لے جارہے تھے۔ اچانک میرے جسم میں ایک برقی رو جاری ہو گئی اور میری رفتار میں اضافہ ہو گیا اور میں ان کے ساتھ ساتھ ہو لیا آخر کار ہم صبح تک ایک مسجد میں پہنچ گئے۔ باقی دوست اپنی اپنی منزلوں کو چل دیئے اور مجھے بوجہ علالت ایک ہفتہ کیلئے فوجی ہسپتال بھمبر میں داخل ہونا پڑا۔ پھر سرائے عالمگیر اپنے فوجی ہیڈ کوارٹر سے ہوتا ہوا میں اپنے گاؤں واپس پہنچ گیا۔ سفر

میں میری اس ہمت پر میری والدہ صاحبہ بہت خوش ہوئیں۔ چند دن کے بعد اپنی بیوی کو میکے سے گھر لے آیا اور خوشی خوشی زندگی گذارنے لگے۔

حضرت والدہ صاحبہ کی وفات

۲۵ دسمبر ۱۹۵۰ء میں جلسہ سالانہ کی ایک شب کی میری پیاری والدہ محترمہ مراد بی بی صاحبہ قضائے الٰہی سے وفات پاگئیں۔

والدہ صاحبہ ان پڑھ تھیں لیکن بزرگوں کی تربیت کی وجہ سے تقویٰ کے بلند مقام پر تھیں۔ باوجود مالی وسعت نہ ہونے کے دلی فراخی کی مالکہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپکی مغفرت فرمائے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

چک چٹھہ میں رہائش

چک چٹھہ میں میرے بہنوئی مکرم حکیم عبدالعزیز صاحب مرحوم اکیلے احمدی تھے ان کے مشورہ سے چک چٹھہ میں بر لب سڑک ایک چھوٹا سا کچا مکان تعمیر کر لیا۔ جہاں میاں بیوی نے رہائش اختیار کرلی۔ سائیکلوں کی مرمت کا کام پہلے ہی یہاں جاری کرر کھا تھا۔ محترم حکیم صاحب موصوف نے لب سڑک ایک چھوٹی احمدیہ بیت الذکر تعمیر کرر کھی تھی جہاں باجماعت نماز شروع کر دی۔ مرکز سے نمائندے بھی یہاں تشریف لاتے۔ ۱۹۵۱ء میں مرکزی نمائندوں کے مشورے

سے چک چٹھہ اور ڈاہر انوالی دو دیہات کو ملا کر جماعت قائم کر لی گئی جس کے صدر مکرم حکیم عبد العزیز صاحب مقرر ہوئے اور سیکریٹری مال خاکسار کو مقرر کیا گیا۔ اسطرح تقریباً ۸ سال تک دنیاوی کاروبار کے ساتھ ساتھ جماعتی لحاظ سے مختلف عہدوں پر فائز رہ کر دینی خدمات بجالانے کا موقعہ ملتا رہا۔

ایک اہم اجتماع کی بنیاد اور دعا کا اثر

۱۹۵۷ء میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قائد صاحب ضلع محترم حاجی محمد شریف احمد صاحب نے فضلِ عمر ہاسٹل میں قائدین اِضلاع کی میٹنگ بلائی جسمیں خاکسار نے تجویز پیش کی کہ دیہات میں بھی "خدام الاحمدیہ" کے چھوٹے چھوٹے اجتماع منعقد ہونے چاہئیں۔ اس تجویز کو منظور کر لیا گیا۔ جلسہ سالانہ سے واپسی پر خاکسار نے حاجی محمد شریف صاحب قائد ضلع سے مل کر تاریخ مقرر کر لی اور اجتماع کی تیاری شروع کر دی۔ اس موقعہ پر مکرم حکیم عبد العزیز صاحب مرحوم صدر جماعت نے پر زور کہا کہ مخالفت کا خطرہ ہے ہم صرف دو گھر یہاں احمدیوں کے ہیں۔ اجتماع ہوا تو مخالفت بڑھے گی۔ چنانچہ اجتماع کو رکوا دیا گیا۔ میں نے چونکہ سارے انتظامات کر لئے تھے اسلئے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ میں بہت زور دیا اور رو رو کر دعا کی کہ اے اللہ مجھے علم نہیں کہ تیری جنت کیا ہے میری تو جنت یہ ہے کہ یہاں تیرے خدام کا اجتماع ہو۔ مرکز سے نمائندے آئیں تیری حمد

گائیں۔ بہر کیف تحصیل حافظ آباد کے قائد خدام الاحمدیہ اس وقت حکیم محمد لطیف صاحب تھے۔ میں ان کو ملا انہوں نے مجھے قائد ضلع سے مل کر مشورہ کے بعد از سر نو کوشش کر نیکی تحریک کی۔ قائد صاحب ضلع کے اور ان کے مشورہ پر صدر صاحب مقامی کو تسلی دی کہ انشااللہ کوئی فساد نہیں ہوگا۔ آپ اجتماع ہونے دیں جس پر آخر کار آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تحصیل حافظ آباد کے خدام کا اجتماع ہوا جس میں مرکزی بزرگوں کے پیغامات بھی سنائے گئے اس اجتماع کی تفصیلی کارروائی ماہنامہ "خالد" میں شائع بھی ہوئی۔

وما توفیقی الا باللہ

بیٹے کی پیدائش اور میرا وقف زندگی ہونا

میرے گھر اولاد نہیں ہو رہی تھی۔ حضرت خلیفتہ المسیح الثانی نے فرمایا کہ بعض غیر احمدی جن کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو وہ شاہ دولہ ولی کی منت مانتے ہیں کہ میری اولاد ہوئی تو وہاں چڑھاوا چڑھادونگا۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ سے منت مانیں کہ میں بچے کو دین کی خدمت کیلئے وقف کر دونگا چنانچہ میں نے ایسی ہی دعا شروع کر دی۔ آخر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۸ جنوری ۱۹۵۸ء بروز جمعہ صبح ۸ بجے بیٹا پیدا ہوا جس کا نام حضور پر نور نے رشید محمد رکھا جو اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہے بطورِ آئی سپیشلسٹ فضلِ عمر ہسپتال میں خدمات سرانجام

دے رہا ہے الحمد اللہ

محترم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اول کا داماد ہے۔

۱۹۵۷ء میں خلیفۃ المسیح الثانی نے وقف جدید کی تحریک فرمائی مئی ۱۹۵۸ء میں خاکسار نے ایک خواب کی بنا پر وقف جدید کیلئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ حالانکہ اس وقت میں ایک چھوٹی سی صابن کی فیکٹری کا مالک تھا اور کام بھی اچھا چل رہا تھا۔ مرکز نے مجھے تحصیل حافظ آباد میں اصلاح وارشاد کے کام پر مامور کر دیا۔ جہاں سے میں شام کو گھر آجاتا۔

ایک حادثہ سے بچے کی معجزانہ حفاظت

مارچ ۱۹۶۱ء میں میرے بیٹے کی عمر تین برس تھی وہ دیگر بچوں کے ہمراہ باہر سڑک پر آگیا جہاں ایک تیز رفتار بس کے نیچے آگیا۔ جسم تو بچ گیا مگر بے ہوش ہو گیا مجھے اطلاع ملی تو میں فوراً باہر سے گھر پہنچا دیکھا کہ عورتوں مردوں کا جم غفیر ہے۔ بچہ بے ہوش ماں کی گود میں تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اے اللہ تو ہی مالک ہے۔ یہ تیری امانت ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں تو ہی اس بچے کو زندگی عطا فرما پھر میں نے حضور کی خدمت میں دعا کا خط تحریر کیا اور جلدی سے پوسٹ کرنے کیلئے ایک شخص کو دیدیا۔ اتنے میں اچانک بچہ اٹھ بیٹھا بلکہ کھیلنا شروع کر دیا اور عاجز نے اللہ تعالیٰ کے حضور بسجود ہو کر دعا کرنا شروع کر دی اور لاکھ لاکھ شکر

بچالیا۔ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

بچے کی معجزانہ زندگی کا دوسرا واقعہ

۱۹۶۲ء میں ہم جلسہ سالانہ پر ربوہ آئے۔ ربوہ بس سے اتر کر اڈہ پر ہی میں نے صندوق رکھ کر بیٹے کو اس کے اوپر بٹھا دیا اور خود مستورات کو ان کی قیام گاہ پر چھوڑنے چلا گیا۔ جس بس سے ہم اترے اس کے ڈرائیور نے اچانک بغیر دیکھے بس کو بیک کیا تو بس میرے بکس پر چڑھ گئی۔ بکس تو سارا کچلا گیا لیکن بچے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے محفوظ رکھا۔

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدہ دشوار کا

درثمین

بچے کا تیسری بار حادثہ سے محفوظ رہنا

میرا لڑکا جب پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا تو ایک دفعہ جلسہ سالانہ سے اپنی خالہ امینہ بی بی صاحبہ کے ہمراہ واپس آرہا تھا کہ راستہ میں بس کو حادثہ پیش آگیا بس الٹ گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے بچے اور اسکی خالہ کو ہر طرح سے محفوظ رکھا اسی طرح جب میرا بیٹا جب جماعت ہفتم کا طالب علم تھا سکول سے چھٹی کے بعد اپنے چند

ساتھیوں کے سمیت سائیکلوں پر واپس آرہا تھا یہ ایک نہر کی پٹڑی پر چلتے تھے اچانک [illegible] اس کی سائیکل پھسل کر نہر میں جا پڑی سائیکل پر دو لڑکے سوار تھے دونوں نہر میں ڈوبنے لگے ۸، ۱۰ فٹ گہری نہر اور پانی سے بھری ہوئی ان کے ایک ساتھی نے سرکنڈے کے ذریعے میرے بیٹے کو ڈوبتے ہوئے نکال لیا اتنے میں ایک سکول ٹیچر بھی آپہنچے۔ انہوں نے اپنا پٹکا پھیلا کر دوسرے طالب علم کو بھی نکال لیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے دونوں بچوں کو دوبارہ نئی زندگی عطا فرمائی۔

شدید بھوک پیاس میں الٰہی تصرف

۱۹۶۱ء میں میں حافظ آباد سے ۱۰ میل دور کسی جماعت میں دورہ پر گیا۔ مئی جون کا مہینہ تھا شدید پیاس اور بھوک لگ گئی جس جماعت میں گیا ان کے صدر صاحب کو ناشتہ کروانا بھول گیا۔ خود کو گوارہ نہ تھا کہ ناشتہ طلب کرتا۔ آخر اپنا کام کر کے بھوکا پیاسا اگلی منزل کو روانہ ہو گیا۔ رستہ میں ایک غیر احمدی بھائی چوہدری دوست محمد صاحب کا باغ تھا۔ چوہدری صاحب نے خوب خاطر تواضع کی۔ کھانا کھلایا لسی پلائی پھر دودھ پلایا۔ خوب سیر ہو کر آگے کو چل دیا اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔

روحانی غذا اور ظاہری بھوک کا ختم ہونا

۱۹۶۲ء کا واقعہ میں محترم ناظم صاحب ارشاد وقف جدید کے حکم پر لاہور شہر میں

چندہ وقف جدید کی وصولی کیلئے گیا ہوا تھا۔ رمضان کا مہینہ تھا مال روڈ پر چوہدری محمد اشرف صاحب مرحوم کے مکان پر ایک دوست کے انتظار میں بیٹھا تھا کہ وہ آئیں تو دورہ کیلئے روانہ ہوں روزہ کیوجہ سے بھوک اور پیاس کی شدت تھی اچانک غنودگی ہوئی سامنے دیکھتا ہوں کہ میز پر کھانا پڑا ہے ابھی ایک لقمہ ہی منہ میں ڈالا کہ آنکھ کھل گئی۔ بھوک پیاس ختم ہو گئی۔ پھر شام تک کھانے کی لذت منہ میں باقی رہی۔ شکر اللہ کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہری سامان نہ ہونے پر بھی اپنے بندوں کی غذائی ضرورت فرما دیتا ہے۔

حافظ آباد حلقہ سے تبادلہ

چار سال تک حافظ آباد حلقہ کی جماعتوں کی تعلیم و تربیت کے بعد ۱۹۶۳ء میں مجھے "بھٹہ محبت" ضلع ساہیوال میں تبدیل کر دیا گیا۔ یہاں کوئی جماعت نہ تھی بلکہ ایک احمدی ماسٹر صاحب شیخ محمد نے اپنا مکان اور ایک ایکڑ زمین وقف کر رکھی تھی اور خود رینالہ خورد میں بطور ٹیچر کام کرتے تھے جو بھٹہ محبت سے ۱۵ میل کے فاصلہ پر تھا چھ ماہ تک دعاؤں کے ساتھ دعوت الی اللہ کے کام میں مصروف رہا لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ آخر مرکز کی اجازت سے حجرہ شاہ مقیم میں اپنا سنٹر تبدیل کر لیا یہاں بھی عرصہ ڈیڑھ سال تک دعوت الی اللہ کا کام کیا شدید مخالفت ہوئی۔ مار کٹائی تک بھی نوبت آئی۔ لیکن مخالفین کا دل ٹھنڈا نہ ہوا۔ اور کوئی خاص

کامیابی حاصل نہ ہوئی البتہ دو عظیم الشان نشان ضرور ظاہر ہوئے۔

گھڑی کا چلنا

ایک دفعہ جنگل میں نماز عصر ادا کرنے لگا۔ گھڑی سے وقت دیکھا تو وہ بند تھی بہت پریشان ہوا کیونکہ رمضان کے روزے اور کھانے وغیرہ اور نمازوں کے اوقات گھڑی کی مدد سے ہی طے کرتا۔ قرب وجوار گھڑی کو مرمت کرنے والا کوئی نہ تھا نماز میں نہائیت درد و سوز سے دعائیں کیں کہ یا اللہ تو خود ہی "کن" کے ذریعہ میری گھڑی درست کردے۔ میں کہاں جاؤں۔ کسطرح تیرے روزے رکھوں۔ نماز میں ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ نماز کے بعد جیب سے گھڑی نکال کر دیکھی تو وہ چل رہی تھی اور پھر کافی عرصہ تک ٹھیک وقت دیتی رہی۔

جنگل سے نجات

۱۹۶۳ء میں ایک دن میں شمس آباد سے نماز جمعہ کے بعد شام چار بجے واپس حجرہ شاہ مقیم آرہا تھا یہ تقریباً ۱۰ میل کا سفر تھا۔ میں ایک راجباہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا کہ اچانک تیز آندھی آگئی۔ اندھیرا چھا گیا۔ تیز ہوا میرے مخالف تھی جس سے سائیکل چلانا ناممکن تھا۔ چوروں کے علاوہ جنگلی جانوروں کا خوف بھی طاری تھا۔

اس بے یار و مددگار ماحول میں خوب اللہ تعالیٰ کو پکارا اور اسکی مدد کا طلب گار ہوا اتنے میں اچانک ہوا کا رخ بدل گیا۔ آندھی بھی کچھ تھم گئی اور روشنی بھی نمودار ہوگئی۔ ہوا کا رخ میرے پچھلی طرف کو ہوگیا جس سے میری سائیکل کی رفتا تیز ہوگئی اور میں آرام سے منزل مقصود تک پہنچ گیا۔

تندئی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

حجرہ شاہ مقیم کے مشہور پیر آغا خان کا خطرناک حملہ

۱۹۶۳ء میں بندہ عاجز بحیثیت معلم وقف جدید قصبہ حجرہ شاہ مقیم میں تعینات تھا اس سارے علاقہ میں تبلیغ کا کام میرے سپرد تھا۔ یہاں ایک مشہور سجادہ نشین پیر کا ڈیرہ تھا۔ ایک دن اسے تبلیغ کرنیکا ارادہ کیا۔ میں وہاں گیا اپنا تعارف کرایا ہی تھا کہ وہ غضب ناک ہوگیا اور یک لخت مجھے تھپڑ مارنے شروع کردیئے یہاں تک کہ میری گھڑی بھی ٹوٹ گئی۔ اتنے میں اس نے اپنے بھنگ پینے والے ملنگوں کو میرے پر حملہ کرنے کیلئے پکارا اور ساتھ ہی مجھے کہا کہ تم اس "حق سچ کی بستی" میں کیوں آئے ہو۔ یہ وہ حق سچ کی بستی تھی جہاں دن رات شراب اور بھنگ پی جاتی تھی جس کا پورے علاقے کو بھی علم تھا۔ لیکن جہالت کی بنا پر کوئی مداخلت نہ کرتا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ تو ہی ظالم سے چھڑا سکتا

ہے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی کی برادری کا بااثر آدمی وہاں آگیا۔ اس ظالم نے مجھے کرسی پر بٹھار کھا تھا تاکہ جونہی ملنگ آئیں ان کے سپرد کر دیتا آنے والے بااثر آدمی نے دیکھا کہ یہ تو قادیانیوں کا مربی ہے جو تبلیغ کر رہا ہے کہنے لگا شاہ جی اس سے آپکو کیا کام اس کو یہاں سے بھگا دو۔ اس نے تو شاید مخالفت ہی کی ہو لیکن اس ظالم سے میرے لئے خدا نے چھٹکارا کی صورت بنا دی۔

چند جذبات دل

اس مار میں بھی ملتا راحت و سرور ہے
نہیں شکوہ کوئی خدا سے آزمایا ہے باربار
آنکھوں سے آنسو آئے اور رو رہا تھا دل
خزاں کے بعد آتی ہے ہر شجر پہ بہار
دیکھو تو سینہ چیر کر ہوں خوش نصیب میں
کتنے ہیں میرے میزباں کھائی کس قدر نہار
جب راہ میں یاد کی فنا ہی نہ ہوں گے ہم
کس طرح وہ آئے گا پھولوں کے لیکر ہار
ہیروں کی کان پائے گا موجوں میں کود جا
مر کر ملے گی زندگی دے کھال بھی اتار

جب سر ہی دے دیا طوفاں سے ڈر ہے کیا
مر مٹنے میں ہوا راحت کیوں ڈھونڈیں پھر سہار

۱۹۶۴ء میں میرا تبادلہ حجرہ شاہ مقیم سے گوئینہ کے ضلع سیالکوٹ میں کر دیا پھر ایک سال بعد یہاں سے ملیانوالہ نزد ڈسکہ پھر تقریباً ایک سال بعد نومبر ۱۹۶۶ء میں مرکز نے مجھے نگرپارکر کی نئی جماعت میں تعلیم و تربیت کیلئے بمقام فول پورہ تبادلہ کر دیا اس کیلئے چک چٹھہ بعض ضروری کام سرانجام دینے کے بعد مکمل تیاری کر کے پھر ربوہ آیا اور ضروری ہدایات حاصل کرنے کے بعد ۲۰ نومبر ۱۹۶۶ء کو عازم نگرپارکر ہوا۔ اس گویا بالکل نئے علاقہ میں جانے کے لئے سب تیاری کر کے گھر سے دعا کرتے ہوئے نکلا کہ۔

اے میرے پیارے اللہ تبارک تعالیٰ میں دین کی خدمت کی خاطر گھر سے باہر بیوی بچے بہن بھائی اور دیگر عزیز و اقارب کو چھوڑ کر دور بہت دور جارہا ہوں نہ اپنی مرضی سے [illegible] جارہا ہوں نہ اپنی مرضی سے واپس آؤنگا۔ تو ہی میرا سہارا ہے تو ہی میرے گھر کی حفاظت فرمانا سب کو اپنی امان میں رکھنا۔ جس مقصد کے لئے جا رہا اس میں کامیابی عطا فرمانا یہ دعا جاری تھی آنسو جاری تھے بہت ہی دعاؤں کا موقعہ ملا جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور بے شمار برکتوں سے نوازا۔

اسی روز شام تک ربوہ پہنچ گیا صبح حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم

ارشاد کی خدمت میں بغرض حصول ہدایات حاضر ہوا۔رات بذریعہ چناب ایکسپریس روانہ ہوگیا۔ ۴ بجے صبح حیدرآباد اسٹیشن پر اترا۔یہاں سے میرپور خاص پہنچااور قریباً ۱۰ بجے محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب صدیقی کی رہائش گاہ پر حاضر ہو گیا۔انہوں نے جائزہ لے کر اور کچھ ضروری سامان دیکر فولپورہ کی نو احمدی جماعت کیلئے مجھے نگرپارکر روانہ کر دیا۔یہ سفر بھی دشوار گذار بلکہ بیابان سا تھا۔ بڑی تگ ودو کے بعد شام کو احمدیہ مشن نگرپارکر پہنچ گیا۔یہاں محترم محمود احمد صاحب نسیم معلم وقفِ جدید کو پایا۔ان سے مل کر بڑی خوشی ہوئی اور تھکاوٹ دور ہو گئی۔

فولپورہ سنٹر کو تیاری

ایک دن کے قیام وآرام کے بعد فولپورہ کی تیاری کی گئی یہاں سے چودہ میل کا سفر تھا۔جو پیدل اور انتہائی دشوار گذار تھا چونکہ زمین ریگستان ہے اس لئے پیدل سفر کرنانا ممکن تھا۔مرکز نے معلمین کو گھوڑی پالنے کی اجازت دے رکھی تھی تاکہ سفر میں قدرے آسانی رہے۔چنانچہ مجھے بھی سفر کے لئے گھوڑی دے دی گئی۔گھوڑی پر تمام ضروری سامان کے ساتھ سوار ہو گیا۔محترم محمود احمد صاحب نسیم نے ہدایات دیں کہ ریت کی بنی ہوئی برجیوں کے اند اندر سفر کرنا ورنہ رستہ بھول جانے کا احتمال ہے۔القصہ میں ریتلی اور کچی زمین پر گھوڑی چلانے لگا اتفاقاً میں نے

گھوڑی کو تیز کرنے کے لئے اس کی باگیں کھنچیں تو وہ بالکل رک گئی بہت فکر مند ہوا پریشان ہوا اچانک باگیں ڈھیلی کیں تو وہ چل پڑی۔تب معلوم ہوا کے باگیں ڈھیلی کریں تو گھوڑی تیز چلتی ہے شدید گرمی تھی پیاس سے نڈھال ہوا جارہا تھا۔کچھ لوگ چارا کاٹ رہے تھے۔ان کے پاس پانی کا گھڑا پڑا تھا پانی مانگا انہوں نے جواب دیا ہم کولہی ہیں میں نا سمجھا پھر پانی مانگا تو انہوں نے جواب دیا ہم کولہی ہیں مطلب یہ تھا کہ ہم اچھوت لوگ ہیں اور آپ معزز مسلمان لوگ ہیں۔آپ کب ہمارا پانی پیتے ہیں کہیں آپ غلط فہمی سے آپ ہمارا پانی پی کر ہمیں سخت سزا نہ دیں۔ پھر میں نے زور دے کر پانی مانگا تو وہ ڈر گئے اور پانی دے دیا جو میں نے سیر ہو کر پی لیا۔مغرب کے وقت میں فولپورہ پہنچ گیا یہاں ۷۰، ۸۰ جھگیاں سرکنڈے کی بنی ہوئی تھیں میں ابھی متذکرہ گوٹھ سے باہر ہی تھا کے مجھے دو معلمین کرام محمد شریف صاحب مرحوم اور مکرم عبدلغفور صاحب خادم پانی کا گھڑا اٹھا کر لاتے ہوئے دکھائی دیئے۔گھوڑی سے اتر کر ان سے ملا۔فضا نعرہ تکبیر سے بلند ہوئی دریافت کیا کے اپ بھی ادھر آگئے عرض کیا ہاں! میں بھی ادھر آگیا ہوں۔میں نے کہا فرمایا کے آپ کی رہائش گاہ کدھر ہے۔فرمایا کے یہ ہمارے دونوں کے بنگلے ہیں۔یعنی دو جھگیاں جن کی دیوار باڑ کی تھی۔بہر کیف اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کے منزل مقصود پر بخیریت پہنچ گیا خوب باتیں ہوئیں حالات کا جائزہ لیا۔نو احمدی

بھائیوں سے تعارف حاصل کیا۔ اکتوبر ۱۹۶۶ء میں فولپورہ کی جماعت قائم ہوئی جو نواحمدی جماعتوں میں سب سے پہلی جماعت تھی۔

نگرپارکر سندھ میں آغازِ احمدیت

تقریباً ۱۹۶۵ء میں رشید احمد صاحب ڈسپنسر ابن مکرم فیروز الدین صاحب انسپکٹر تحریک جدید کا نگرپارکر کے ہسپتال میں تقرر ہوا۔ فولپورہ کے ایک دوست عالم چند کے والد صاحب بیمار ہو گئے وہ علاج کے لئے رشید احمد صاحب کو لائے۔ علاج کے دوران آپسمیں تبادلہ خیالات بھی ہوا جس کے نتیجے میں عالم چند اور اس کے خالہ زاد بھائی ساکن بشیر احمد کولہی ویری اور تیسرے ماسٹر ہری چند نے احمدیت قبول کر لی۔ عالم چند کا نام محمد عبداللہ دوسرے کا نام ساکن کولہی ویری رکھا گیا تیسرے ماسٹر صاحب کا نام یاد نہیں رہا۔ بعد ازاں رشید احمد صاحب کا کہیں اور جگہ تبادلہ ہو گیا۔ ۱۹۶۶ء کے وسط میں ناظم ارشاد صاحبزادہ میاں طاہر احمد صاحب سندھ دورہ پر تشریف لائے۔ کولہی قوم کو جمع کر کے حالات کا جائزہ لیا۔ خدمت خلق کی غرض سے یہاں ایک ہومیو پیتھی ڈسپنسری اور وقف جدید کے سنٹر قائم کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ پھر نثار احمد صاحب مورانی مکرم محمد شریف صاحب کھوکھر اور محمود احمد نسیم صاحب کو بطور معلم یہاں تعینات کر دیا جنکی کوششوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۵۰ اڈیڑھ سو افراد نے احمدیت قبول کر

لی۔ کچھ دیر بعد مکرم عبدالغفور صاحب کو واپس پنجاب بلوالیا گیا اور خاکسار اور مکرم محمود احمد نسیم صاحب نے دوماہ تک تعلیم و تربیت اور درس و تدریس کا کام جاری رکھا۔ بعد میں مرکز کی ہدایت و مشورہ سے ایک بیت الذکر تعمیر کی گئی۔ جہاں باقاعدگی سے نماز باجماعت اور نماز جمعہ ادا ہونے لگی۔ اسکے بعد جولائی ۱۹۶۷ء میں مجھے حکم ملا کہ اس علاقہ میں مزید نیا سنٹر قائم کیا جائے۔

نئے سنٹر کا قیام

غوروفکر اور علاقہ کا دورہ کر کے نگرپارکر سے ۳۰ میل دور دانا گوٹھ کو سنٹر کے لئے منتخب کر لیا گیا۔ چنانچہ یہاں پر ایک مسلمان کا مکان کرایہ پر لیکر دعوت الی اللہ کا کام شروع کر دیا گیا۔ دانا گوٹھ میں ۱۰ فیصد مسلمان اور ۹۰ فیصد ہندو آبادی تھی۔ اردگرد ۱۰ فیصد بلوچ مسلمانوں کی گوٹھیں اور باقی ٹھاکر اور اچھوت ہندو کولہی قومیں آباد تھیں۔ میری رہائش گاہ کے قریب ایک پرانی ٹوٹی ہوئی غیر آباد بیت الذکر تھی۔ جسمیں پانی بھی نہ تھا۔ اسکی صفائی وغیرہ کر کے اسے نماز پڑھنے کے قابل بنا کر باقاعدہ آذانیں دے کر نمازوں کی ادائیگی کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔

ایک ملّاں کی شدید مخالفت

ایک ملاں جو کسی دوسرے گاؤں میں رہتا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا تو آدھمکا۔ ایسا

اودھم مچایا کہ مجھے بیت الذکر چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ مکان بھی خالی کرنے کو کو کہا گیا اور علاقہ میں میرا سخت بائیکاٹ شروع ہو گیا۔

ملاں کی مخالفت پر ایک نظم

مجھے افسوس آیا ہے تیری ملاں نادانی پر
کریں لعنت ملائکہ بھی تیری کسبِ شیطانی پر
مسجد سے روکا ہے یہاں نماز کیوں پڑھتا
شامت آنے والی ہے تیری اس کارستانی پر
تیری بابت حدیث نبوی میں درست آیا ہے
علما مفسد بھی ہوں گے ظاہر مہدی کی نشانی پر
ہمیں تو سونا آتا ہے کانٹوں کے بچھونے پر
نہ تیری دال گلنی ہے مجاہدوں کی روانی پر
آنکھیں کھول کر دیکھ کیا فرقان کہتا ہے
او ظالم روکنے والے نظر کر آیت قرآنی پر
مجھے وبال کہتا ہے تجھے دعویٰ مسلمانی
آفت آنیوالی ہے تیری اس بد زبانی پر

ڈاکٹر سلطان احمد مجاہد اگست ۱۹۶۶ء دانو دھاندل ضلع میرپور سندھ معلم وقف جدید نگرپارکر

شدید امتحان

انہی ایام میں میرے پاؤں میں شیشہ لگ گیا جس سے چلنا پھرنا بھی ناممکن ہو گیا۔ مکان سے جواب مل گیا تھا۔ بیت الذکر چھن گئی تھی۔ ہوٹل سے کھانا بھی بند کروا دیا گیا۔ ہر طرح کے مصائب اکٹھے ہو کر آ گئے۔ سخت پریشان اور بے چین ہو گیا۔ سوائے نمازوں میں رونے دھونے کے اور کوئی کام نہ تھا۔ بہت گریہ وزاری کی اشعار میں سارے حالات مرکز میں لکھ دیئے۔ پھر ان نامساعد حالات کی بنا پر مجھے واپس نگرپارکر آنا پڑا جہاں نسیم صاحب نے خوب علاج وغیرہ کیا۔ خداوند کریم کے فضل اور احسانوں سے اس وقت جب لکھ رہا ہوں ۲۴ اگست ۱۹۸۸ء ہے۔ حلقہ دانو دھاندل میں کافی جماعت قائم ہو چکی ہے اور زمین خرید کر وہاں جماعت کا مشن بن چکا ہے۔ جب کہ آج سے ۲۲ سال قبل رہنے کو جگہ بھی نہ تھی۔

میری ربوہ واپسی اور فراغت

انہی مصائب کے ایام میں مرکز میں تار دی کہ میری صحت بہت خراب ہے دو ماہ کی رخصت عطا فرمائیں۔ یہ درخواست منظور کر لی گئی اور میں ستمبر ۱۹۶۷ء کے آخر میں گھر پہنچ گیا۔ دو ماہ کی رخصت کے بعد مرکز نے مجھے ڈیوٹی سے فارغ کر دیا۔ اس عرصہ میں میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۳۶ احباب حلقہ بگوش

احمدیت ہوئے۔ اس وقت چھ معلمین وہاں کام کر رہے تھے اور قریباً تین صد احباب جماعت میں شامل ہو چکے تھے۔

زندگی کا دوسرا دور شروع

زندگی دوسرے دور میں داخل ہوتی ہے یہاں بھی میرے رب العزت کی تائید و نصرت شاملِ حال رہی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کبھی بھی مجھے نہ چھوڑے اپنے فضلوں سے نوازے اور آن اپنی نصرت اور مدد فرماتا رہے۔ اور مجھے توفیق دے کہ میں اس کے پیار کرنے والے بندوں میں شامل ہوں۔ اس کی بندگی میں لذت پاؤں۔

ڈاکٹری پیشہ کا باقاعدہ آغاز

وقف جدید کی خدمت سے فراغت کے ایک ماہ بعد جب کہ صحت بھی کام کرنے کے قابل ہو چکی تھی میں نے ہومیو پیتھک کی پریکٹس کو ترجیح دی اور باقاعدہ اس کام کو چلانے کا منصوبہ بنایا۔ چونکہ ۱۹۶۵ء میں میری ہومیو پیتھک رجسٹریشن ہو چکی تھی اس لئے اس کام کے کرنے میں آسانی تھی دلچسپی بھی تھی یہ امر قابل ذکر ہے کہ پہلے پہلے وقف جدید سے فراغت کا صدمہ ہوا لیکن بعد میں راز کھلا کہ اللہ تعالیٰ دین کی اور رنگ میں خدمت کے مواقع عطا فرمانا چاہتا ہے۔ ۳۲ سال کی عمر

میں وقف کیا تھا اور ۴۱ سال کی عمر میں وقف سے فراغت پائی گویا تقریباً ۹ سال خدمت سلسلہ کی توفیق پائی۔ قبل اسکے کہ میں اللہ تعالیٰ کے احسانات جو اب تک ہو رہے ہیں اور جو اپنی حکمت سے توفیق خدمت سلسلہ کی عطا فرما رہا ہے کا ذکر کروں اپنے کام کی ابتدائی مشکلات اور پھر اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں ایک لمبی سوچ کے بعد نومبر ۱۹۶۷ء میں حافظ آباد میں ہومیو پیتھک کی دوکان کھول لی جو ہمارے گاؤں سے چار میل کے فاصلہ پر تھی صبح آٹھ بجے سے شام چھ بجے تک دوکان پر بیٹھتا لیکن کوئی آمد نہ ہوتی۔ تین ماہ تک یہی حالت رہی کہ دوکان کا کرایہ بھی ادا نہ کر پاتا۔ یہاں تک کہ ایک دن بجلی کا بل پانچ روپے آگیا تو سخت پریشانی ہوئی کہ یہ بل کیسے ادا کیا جائے سوچا کہ بجلی کا میٹر اتروا دیا جائے تاکہ ہر ماہ پانچ روپے تو ادا نہ کرنے پڑیں پچاس پیسے کا مٹی کا تیل لے کر مہینہ گزار لیا جائے کرے یہ سوچ کر دوکان پر گیا ابھی نصف گھنٹہ بھی نہ بیٹھا تھا کہ پانچ روپے آمد ہو گئی گویا اللہ تعالےٰ نے سمجھا دیا کہ گھبراؤ نہیں میٹر کو رہنے دو اس کے لئے رقم میں دیتا رہوں گا۔ اللہ کا شکر ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار

(درثمین)

نومبر ۱۹۶۷ء میں حالت تھی کے پانچ روپے کا بل ادا کرنا بھی ناممکن تھا اب اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ ڈیڑھ صد تک ماہانہ بجلی کا بل ادا کرتا ہوں چک چٹھہ میں کچا مکان تھا اور یہاں خدا کے فضل سے کوٹھی ہے جس میں اللہ کے فضل سے تمام راحت کے سامان موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ نے سفر کے لئے ایک کار بھی دے رکھی ہے اسکی تفصیل آگے آئے گی یہ اللہ تعالیٰ کا کس طرح فضل ہوا۔

اک قطرہ اسکے فضل نے دریا بنادیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

ایک عاجزانہ خیال

جیسا کے میں نے ذکر کیا کے پانچ روپے کا بجلی کا بل ادا کرنا بھی ناممکن ہو رہا تھا اس طرح پچیس روپے ماہانہ دوکان کا کرایہ نکالنا بھی ناممکن ہو رہے تھے اس طرح بھی پچیس روپے ماہانہ دوکان کا کرایہ نکالنا بھی ناممکن نظر آیا تو ایک دن بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اپنے ہم زلف کے فرنیچر کے کارخانے میں کرسیاں بننے کا کام شروع کر دوں تاکہ دوکان کا کرایہ نکل آیا کرے لیکن میرے محسن حقیقی نے مجھے ایسا کرنے نہ دیا اور اس نے اپنی جناب سے ایسا انتظام کر دیا کے یہ فکر بھی دور ہو گئی۔ خدا تعالیٰ بڑا "دیالو" ہے۔ دینے پر آتا ہے تو ہزاروں راہ کھول دیتا ہے۔

ایک معجزہ نما دعا

دسمبر ۱۹۶۷ء میں ہمارے موجود امام (الرابع) جو اسوقت وقف جدید کے ناظم ارشاد تھے دورہ کے سلسلے میں حافظ آباد تشریف لائے میں نے ان سے ملنے کے لئے پہلے سے وقت لے رکھا تھا کے میاں صاحب جب آپ تشریف لائیں تو رستہ میں میری دوکان ہے وہاں دعا کریں کے اللہ تعالیٰ میرے کاروبار میں برکت عطا فرمائے۔ چنانچہ حسب پروگرام آپ تیس ۳۰ احباب کے قافلہ سمیت دوکان پر تشریف لائے۔ اندر تشریف لے گئے اور بڑی لمبی دعا کروائی نیز احباب جماعت کو ازراہِ شفقت دعا کی تحریک فرمائی میں سمجھتا ہوں کے یہ دعا ہی کا نتیجہ ہے کے اللہ تعالیٰ نے بے شمار فضل فرمائے اور بے حد برکت بخشی کاروبار دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا گیا۔

حضرت امام جماعت (الثالث) کی خدمت میں
دعائیہ خط اور دعا کی قبولیت

جیسا کے میں ذکر کیا کہ ابتداء میں کام بہت سست رہا ہر وقت فکر دامن گیر رہتا کہ کیا کروں وقف جدید سے بھی فارغ ہوں دنیا بھی کمائی نہیں آتی کہاں جاؤں۔

صبحدم دوکان پر گیا تو دل میں سخت درد اور سوز پیدا ہوا فوراً حضرت امام جماعت الثالث کی خدمت میں دعا کے لئے خط لکھنے بیٹھ گیا حضور کو مخاطب ہوا کہ حضور میرا کاروبار بہت نرم ہے دل چاہتا ہے کے حضور کی خدمت میں آؤں اور لپٹ جاؤں اور دعا کی درخواست کروں ابھی یہ فقرات ہی لکھ پایا کہ مریض آنے شروع ہو گئے حالانکہ میں ابھی دوکان پر آیا ہی تھا دیکھتے ہی دیکھتے مریضوں کا سیلاب اُمڈ آیا۔ ایک آتا ایک جاتا سارا دن تانتا بندھا رہا اور خط بھی مکمل نہ کر سکا۔ دوسرے دن پھر تیسرے دن بھی کافی مریض آئے اور بمشکل میں نے تیسرے دن خط مکمل کیا پھر اس خط میں حیرت انگیز قبولیت دعا کا ذکر بھی کیا کہ ابھی خط شروع ہی کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کر لی۔ بعد ازاں دن بدن کام چلتا رہا فکر جاتی رہی۔

سائیکل کیلئے دعا

۱۹۷۰ء میں میرا بیٹا رشید محمد چھٹی جماعت میں زیر تعلیم تھا سکول آٹھ میل دور تھا۔ ایک دن بضد ہوا کہ ابا جان سائیکل لے دیں اور آج ہی لے کر دیں اس نے بہت زیادہ ضد کی اور رو پڑا۔ مجھے بہت ترس آیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ میرے پاس تو اتنی رقم نہیں ہے۔ میں بچے کو سائیکل کہاں سے لیکر دوں ؟ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس دن شام تک -/۸۵ روپے کی آمد ہو گئی ادھر ایک آدمی آگیا جو اپنا سائیکل فروخت کرنا چاہتا تھا اسکے ساتھ پچاسی روپے میں

سائیکل کا سودا ہو گیا اسطرح میرے بیٹے کے لئے سائیکل کا سامان ہو گیا۔

فارمیسی کا بنانا

اسی طرح آہستہ آہستہ کام چلتا رہا ۱۹۶۹ء کا واقعہ ہے کہ ایک دن میں ڈاکٹر عطا محمد صاحب تاج ہومیو سٹور گوجرانوالہ کی دوکان پر ادویات لینے گیا جہاں میں نے ایک کتاب بنام "ہومیو پیتھک فارماکوپیا" دیکھی اور ورق گردانی کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف سے اسکی قیمت دریافت کی تو انہوں نے کہا کے اسکی قیمت -/۱۰ روپے ہے اور ساتھ ہی مذاقاً کہا کے لے جاؤ اور جاکر "فارمیسی" بنا لینا۔ خیر میں کتاب لے آیا اور کتاب دیکھ کر نسخہ جات بنانے شروع کر دیے جو بہت ہی کامیاب رہے اللہ تعالیٰ نے انکے مذاق کو میرے لئے فراخی رزق کا ذریعہ بنا دیا۔

کاروبار میں نیا رخ ہومیو پیتھک مشینوں کا خریدنا

۱۹۶۹ء کے آواخر میں مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ بائیوکیمک کی ٹکیاں بنانے والی مشین خرید لاؤں چنانچہ میں مشین خریدنے لاہور چلا گیا وہاں جاکر معلوم ہوا کہ گولیاں اور ٹکیاں بنانے والی دونوں مشینوں کی قیمت -/۱۲۰۰ روپے ہے چنانچہ ہفتے بعد دونوں مشینیں خرید کر لے آیا اس طرح گولیاں اور ٹکیاں بنانے کا وسیع کاروبار شروع کیا اور ہزاروں روپے کی آمد ہونے لگی انہی دنوں چینی کے نئے کوٹے منظور

ہو رہے تھے خاکسار بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور حضور انور کی دعاؤں کے طفیل
ان مشینوں کی بنا پر چار من فی ماہ چینی کا کوٹہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا جن
سے ہومیو پیتھک گولیاں اور ٹکیاں بنانا شروع کر دیں۔

فارمیسی کا باقاعدہ آغاز

۱۹۷۱ء میں پریکٹس چھوڑ کر باقاعدہ طور پر فارمیسی کا آغاز کیا گولیاں ٹکیاں اور مدر
ٹینکچر تیار کر کے ہومیو پیتھک سٹورز کو سپلائی شروع کر دی جس سے نئے تجربے
ہونے لگے۔ L-42-D کے تحت سپرٹ ریکٹی فائیڈ کے لئے محکمہ ایکسائز کے
ڈائریکٹر لاہور کو درخواست دی جو چھ ماہ بعد نامنظور ہو گئی اور واپس آگئی جب میں
نے ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر سے دریافت کیا کہ آپ نے میری درخواست پر کیا
لکھا ہے تو انہوں نے نہایت سختی اور حقارت سے یہ کہہ دیا کہ سرکاری چٹھیوں کا
مضمون نہیں بتایا جاتا۔ چند روز میں خود ڈائریکٹر صاحب کے دفتر لاہور پہنچ گیا۔
کلرک نے بتایا کہ آپ کی درخواست تو نامنظور ہو گئی ہے تو میں نے کہا کہ کوئی
بڑی بات نہیں۔ یہ کہہ کر میں نماز ظہر ادا کرنے ایک نزدیکی مسلمانوں کی مسجد میں
چلا گیا۔ نماز میں میں نے بہت دعا کی کہ اے! میرے اللہ میرا کام تو کوشش کرنا تھا
برکت تو تو نے ڈالنی ہے تو جو چاہے کر لے۔

کوٹہ کافوری منظور ہونا

دعا کرنے کے بعد واپس دفتر آیا اور سپرنٹنڈنٹ صاحب کی معرفت ڈائریکٹر
صاحب سے ملاقات کی اس وقت محمد اقبال خان صاحب لاہور ڈویژن کے
ڈائریکٹر تھے۔ میری ساری داستان سن کر فرمایا آپ کی درخواست میں نے نامنظور
نہیں کی بلکہ آپ کے ڈسٹرک سے نامنظور ہو کر آئی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ
چک چٹھہ گاؤں ہے گاؤں کیلئے کوٹہ کی منظوری کی سفارش نہیں کی جا سکتی اس پر
میں نے عرض کیا کہ کیا باقی کاغذات پورے ہیں تو فرمایا کہ پورے ہیں پھر
عرض کیا کیا گاؤں کے لوگوں کو علاج وغیرہ کی سہولت دینا منع ہے۔ کیا گاؤں میں
کام کرنا ایکسائز کے قواعد کے خلاف ہے نیز کیا چک چٹھہ پاکستان کی سرزمین نہیں
ہے پھر عرض کیا کیا کہ جب میرے کاغذات قواعد کے مطابق مکمل ہیں اور کوٹہ
ملنا میرا حق ہے تو پھر کیوں حق تلفی کرتے ہیں اس پر وہ بہت متاثر ہوئے اور فوراً
سپرنٹنڈنٹ کو حکم دیا کہ انکے کوٹہ کی درخواست فوری طور پر ٹائپ کر کے پیش
کریں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اسکو کام کرنے پر مجبور کر رہے
تھے۔ جب کلرک چٹھی ٹائپ کر کے لایا تو مذکورہ صاحب کار میں بیٹھ کر گھر روانہ
ہونے لگے تھے کلرک کو فرمایا یہیں چٹھی لے آؤ۔ لہذا کار میں بیٹھے بیٹھے فائل پر لکھ دیا
"پانچ گیلن منظور" میری فارمیسی کی ترقی کی یہ پہلی سیڑھی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر

بجالاتا ہوا گھر آیا اور عزیز واقارب میں مٹھائی تقسیم کی۔

کوٹہ میں اضافہ

میں نے ۱۹۷۲ء کے شروع میں اپنے بڑھتے ہوئے کاروبار کے پیش نظر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر گوجرانوالہ کو اپنے کوٹہ میں مزید اضافہ کی درخواست دے دی۔ یہ آفیسر میرا بہت مخالف تھا خیال تھا کہ یہ میری درخواست منظور نہیں کرے گا اس بارہ میں بہت دعا کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے یہ آفیسر بعارضہ ہر نیا دو ماہ رخصت چلا گیا۔ قائم مقام آفیسر نے میری درخواست منظور کرتے ہوئے پانچ گیلن سے پندرہ گیلن فی ماہ کوٹہ کر دیا جس سے خداتعالیٰ کے فضل سے کاروبار میں معقول اضافہ ہو گیا۔

امیر کا لقب ملنا

اب ۱۹۷۳ء میں میں نے تیسری بار سپرٹ ریکٹی فائیڈ کے کوٹہ میں مزید اضافہ کی درخواست دے دی اس وقت ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر گوجرانوالہ مکرم قریشی غیور احمد تھے اور ایکسائز انسپکٹر غلام سرور صاحب نیازی تھے انہوں نے بڑی محبت سے ۴۰ گیلن فی ماہ کی سفارش کر کے میری درخواست لاہور بھجوا دی۔ اس وقت لاہور ڈویژن کے ڈائریکٹر چوہدری محمد اسلم صاحب بھنڈر تھے جونہی

درخواست ان کے دفتر میں پہنچی میں بھی جا پہنچا۔ متعلقہ کلرک نے مجھے بلایا اور مبارک باد دی کہ آپ کی درخواست ۱۵ گیلن سے بڑھا کر ۲۵ گیلن فی ماہ کی منظوری ہو گئی ہے۔ کلرک تو مٹھائی کھانے کے لئے مبارکباد دے رہا تھا اور میں فکر مند ہوا کہ ان کے آفیسر صاحب نے ۴۰ گیلن سے کم کر کے ۲۵ گیلن کیوں کر دیا ہے میں سیدھا ڈائریکٹر صاحب کے دفتر چلا گیا عرض کیا جب نیچے سے ۴۰ گیلن فی ماہ کی سفارش ہو گئی ہے تو آپ کم کیوں کرتے ہیں۔ کہنے لگے میں نے جو کرنا تھا کر دیا "بس" میں نے عرض کیا چوہدری صاحب آپ ان لوگوں کا کوٹہ منظور کرتے ہیں جو اسکا غلط استعمال کرتے ہیں ہم لوگ وہ نہیں ہیں ہم احمدی ہیں اور کبھی غلط کام نہیں کرتے۔ اس پر وہ بہت متاثر ہوئے ہاتھ جوڑ کر فرمانے لگے مجھے معاف کر دیں اور جو چاہیں کروا دیں۔ میں نے کہا کہ پھر حسبِ سفارش ۴۰ گیلن منظور کریں۔ فوراً کلرک کو بلایا اور ۴۰ گیلن فی ماہ کی منظوری دے دی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی شان ہے جس نے احمدیت کی برکت کے طفیل ہمیں عطا فرما رکھی ہے ورنہ میں کیا اور میری حیثیت کیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید و نصرت کا اظہار۔ اس پر دفتر سپرنٹنڈنٹ صاحب نے مجھے بلایا اور کہا کہ اے مجاہد تو آج امیر ہو گیا ایں۔ جا۔

چاہتا ہے جب وہ بندے کو اپنے نوازنا
آتی ہے اس کی نصرت آسماں سے ہزار بار
مجاہد

لیلۃ القدر کی تمنا اور اس کا حصول

۱۹۷۲ء میں ماہِ رمضان میں اعتکاف بیٹھنے کا پختہ ارادہ کیا۔ لہذا مرکز میں درخواست کی کے امسال البیت المبارک ربوہ میں اعتکاف بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ درخواست کسی بنا پر منظور نہ ہو سکی۔ چونکہ میں اعتکاف بیٹھنے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا۔ اسلئے فیصلہ کیا کے گھر سے چار میل دور احمدیہ بیت الذکر محلہ بہاولپورہ حافظ آباد میں اعتکاف بیٹھ جاتا ہوں۔ لہذا اپنے پیارے اکلوتے بیٹے رشید محمد راشد کو جو اس وقت نہم کا طالب علم تھا ساتھ لیا اور احمدیہ بیت الذکر پہنچ گیا یہاں میرے عزیزوں اور دوستوں نے کھانے کا انتظام کر دیا۔ آٹھ دس نمازی ہوتے تھے درس و تدریس کا کام بھی میرے سپرد کر دیا گیا اس وقت میری عمر ۴۶ برس کی تھی بچپن سے یہ تمنا تھی کہ اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر کا نظارہ دکھائے اس غرض کے لئے ساری عمر خوب دعائیں کرتا رہتا۔ ساری ساری رات جاگ کر گزار دیتا۔ بچپن میں تو اتنا شعور نہیں تھا کے جاگنے سے تو لیلۃ القدر نصیب نہیں ہو سکتی البتہ لاعلمی کی بنا پر طرح طرح کے خیالات آتے کہ اگر

لیلۃ القدر نصیب ہو گی تو وہ ایسی ہو گی کبھی سوچتا کے پانی کی طرح ہو گی کبھی سوچتا کے دھوپ کی طرح ہو گی کبھی خیال آتا کے نور ہے اور نور کا رنگ کیا ہو گا۔ بہر کیف کئی طرح کے خیال آتے اور میں طاق اور جمعرات کی راتوں کو اٹھ کر نماز تہجد ادا کرتا اور لیلۃ القدر کی نعمت مانگتا انہیں دنوں حضرت امام جماعت (الثانی) کا ایک مضمون الفضل میں چھپا کے لیلۃ القدر خود حاصل نہیں کی جا سکتی یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے جس پر ہو جائے صرف جاگنے سے اگر لیلۃ القدر میسر آ سکتی تو پہرے دار اور چوکیدار وغیرہ کو پہلے میسر ہوتی لیلۃ القدر تو سابقہ نیکیوں کے ثمرہ کے طور پر ملا کرتی ہے۔ جو مسلسل نیکیاں کرتے رہتے ہیں اسی نوعیت کا وہ مضمون تھا پھر حضرت امام جماعت (الثالث) کا بھی ایک ارشاد اس مضمون پر مشتمل تھا کے جن خوش نصیبوں کو لیلۃ القدر کی نعمت نصیب ہو وہ جماعت کے مربیان کو بھی اپنی دعاؤں میں شامل کریں لہذا میں بھی بہت دعائیں کرتا اعتکاف بھی اس نیت سے بیٹھا کے اللہ تعالیٰ اس نعمت کا پھل بھی چکھائے۔ چنانچہ ۲۶ اور ۲۷ رمضان المبارک کی درمیانی رات جمعرات کی رات تھی اور طاق بھی تھی یہ وہ رات تھی جو میری زندگی کی تمام خوشیاں اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھی نماز عشاء اور تراویح کے بعد سو کر دو بجے رات اٹھ بیٹھا۔ میرے دو دوست عبد العزیز صاحب زرگر اور ان کا بیٹا رشید احمد بھی وضو کر کے آ گئے خاکسار نے بڑے سوز سے نماز تہجد

پڑھائی۔ بہت دعائیں کیں قریباً تین بجے عبدالعزیز صاحب اپنے گھر سحری
کھانے چلے گئے اور انتظار میں بیٹھا دعائیں کرتا رہا میرے دوست خوشی محمد
صاحب میرے لئے بیت الذکر سحری لاتے ہیں میں اتنے میں ایک گلاس پکڑ کر
بیت الذکر کے صحن میں نلکا سے پانی لینے کے لئے اٹھا تو میرے جوڑوں میں
شدید درد ہوئی۔ یہ درد اکثر ہوتی تھی بعض اوقات دیر تک بیٹھنے سے بھی تکلیف
ہو جاتی تھی اٹھتے بیٹھتے شدید درد ہوتی رہتی تھی اس وقت جب درد اٹھی تو بہت
سوز سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تو بہت قادر ہے میں نے بہت دعائیں کیں ہیں لیکن
آپ نے یہ تکلیف بھی دور نہیں فرمائی اللہ تعالیٰ سے گلہ شکوہ بھی کرنے لگا بہت سوزو
گداز سے دعائیں نکلیں تب محسوس کیا کہ یہ درد تو نہیں ہے اس کی کیفیت تو کچھ
اور ہے جب صحن سے اندر آیا تو دل یقین سے بھر گیا کہ یہ تو لیلۃ القدر کا نظارہ ہے
فوراً گلاس رکھ دیا اور اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو گیا اور سجدہ میں گر گیا خوب رورو
کر دعائیں مانگنے لگا جتنی بھی دعائیں حفظ تھیں مانگ لیں پھر زبان پھڑ پھڑا گئی اور
اردو میں دعائیں مانگ لیں اتنے میں شیطان نے بھی حملہ کر دیا کئی وساوس آنے لگے
مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے تمام وسوسوں کو نکال دیا اور شیطان پر غلبہ
بخشا۔ روحانی کیف و سرور کا عالم تھا ہر حرکت و سکنت کسی غیبی تصرف میں تھی گو
یا ہر بول ایک دعا تھا۔ عجیب و غریب وجد طاری تھا۔ ایک خاص لذت آنے لگی۔

یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے گھر میں بحالت وجد رواں رواں رقصاں ہونے لگا۔
صحن میں آکر آسمان کی طرف نور کو دیکھنا چاہا خیال آیا کے نور تو تیرے اندر داخل ہو
گیا ہے بس پھر کیا تھا میں نے زور زور سے آوازیں دینا شروع کر دیں کہ آؤ خدا کا نور
دیکھنے والو یہاں آؤ خدا کا نور یہاں ہے۔ جب بار بار یہی کہا کہ آؤ یہاں نور دیکھنا ہے تو
دیکھو پھر نہ کہنا کہ پتہ نہیں چلا۔ تو بھائی عبدالعزیز نے دیوار پر چڑھ کر دیکھنا
شروع کر دیا کے بیت الذکر میں کیا شور ہے تو میں نے ان سے کہا کے بھائی اندر
آؤ اللہ تعالیٰ کا نور اور جلوہ نازل ہو رہا ہے وہ دونوں باپ بیٹا بھاگتے ہوئے اندر آ گئے۔
اس وقت میں بیت الذکر میں جلوہ خداوندی کی تاب نہ لاتے ہوئے گر پڑا تھا لیکن
یہ سب کچھ معلوم ہو رہا تھا کہ میرے جسم کے ہر ذرے میں اللہ تعالیٰ کا نور داخل
ہو گیا ہے لیکن میں اس جلوے کی تاب نہ لا کر گر پڑا تھا اور دعائیں کر رہا تھا بھائی
عبدالعزیز اور ان کا بیٹا مجھے دبا رہے تھے اور محسوس کرتے تھے کہ مجھ پر الٰہی تصرف
ہے جس سے میری حالت غیر ہو گئی ہے بہت دعائیں کر رہا تھا اور ابھی میری
حالت سنبھلی نہ تھی کی مستری خوشی محمد صاحب سحری کا کھانا لے آئے ان کا کہنا تھا
کے میں وجد کی کیفیت میں تھا وہ کھانا لیکر واپس چلے گئے کے ان پر تو کوئی تجلی
وارد ہے میں مداخلت نہ کروں۔ انہوں نے گھر جا کر بچوں کو بتایا کے مجھے کچھ ہو گیا
ہے ان کا لڑکا بشیر احمد فوراً بیت الذکر میں آ گیا اس کا کہنا ہے کہ میں یہ لفظ کہہ رہا

تھا کہ بھینسیں مل جائیں بھینسیں مل جائیں پھر زبان پر جاری ہوا کے بھینسیں مل
گئیں بھینسیں مل گئیں ہوا یوں کہ پہلی اور دور مضان المبارک کی رات مستری
خوشی محمد صاحب کی تین بھینسیں اور ایک گھوڑی چور لے گئے تھے بہت تلاش
کے باوجود نہ ملیں انہوں نے مجھے بطور خاص دعا کے لئے بطور خاص تحریک کی تھی
۔ میں نے بھی بطور خاص اس امر کے لئے دعائیں کیں میری اس آواز پر کے
بھینسیں مل گئیں بشیر احمد ولد خوشی محمد بہت متاثر ہوئے اتنے میں اذان کا وقت
ہو گیا میں نے دیکھا کے محراب میں چائے پڑی تھی بھوک پیاس تو ختم ہو چکی تھی
البتہ سنت قائم رکھنے کے لئے چائے کا ایک گھونٹ پی لیا اور روزہ رکھ لیا نماز فجر
پڑھائی درس دیا پھر بخار ہو گیا جو صبح ۸ بجے اترا کچھ احباب کو ظاہری طور پر علم ہو
چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو لیلۃ القدر کی نعمت سے نوازا ہے چند ایک
مرد وزن دعا کروانے آتے رہے بھینسوں کے ذکر کے ضمن میں یہ امر قابل ذکر
ہے کہ عرصہ ۲ سال بعد وہی اصلی بھینسیں بمعہ نوزائیدہ کٹیوں کے مل گئیں لیکن
چونکہ گھوڑی کا ذکر نہیں تھا اس لئے وہ نہ مل سکی اللہ تعالیٰ کی بھی عجیب شان ہے
جو اپنے بندے کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔

اپنی ذات کیلئے خصوصی دعائیں

بہت سی دعاؤں کی توفیق ملی۔ بہت سی قبول ہوئیں۔ بطور خاص یہ دعائیں مانگیں

جو اللہ تعالیٰ نے جلد قبول فرما کر اپنی قدر نمائی کا اظہار فرمایا۔

۱) اے اللہ تعالیٰ مجھے ساری عمر صحت دے رکھنا اور میری اہلیہ صاحبہ کو بھی

۲) اے اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی توفیق اور اہلیت عطا
فرمانا (اس وقت میرا بیٹا جونویں جماعت کا طالب علم تھا آج خدا تعالیٰ کے فضل
سے بطور آئی سپیشلسٹ فضلِ عمر ہسپتال میں ڈیوٹی دے رہا ہے۔)

۳) اے اللہ تعالیٰ ربوہ کی سرزمین پر کوٹھی بنانے کی توفیق عطا فرمانا اس وقت
خدا تعالیٰ کے فضل سے رشید و بشریٰ کے نام سے بہت اچھی کوٹھی میں رہائش
پذیر ہوں۔

۴) اے اللہ تعالیٰ رزقِ کریم عطا فرمانا کسی کا محتاج نہ رکھنا۔ سو اللہ تعالیٰ نے فراخی
رزق کی نعمت سے بھی نواز دیا۔

۵) اولاد کے نیک ہونے کی دعائیں بھی کرتا رہا اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ
سارا خاندان موصی ہے اور احمدیت کا شیدائی اور فدائی ہے۔

۶) علاوہ ازیں اپنے دوستوں عزیزوں کیلئے بھی بہت دعائیں کیں جو بہت سی ظاہراً
بھی قبول ہو چکی ہیں۔ لیلۃ القدر کے بعد تین روز تک بھی بہت دعائیں اور التجائیں
کرنے کی توفیق ملی رو رو کر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا اظہار کرتا
رہا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل بھی ہوتا رہا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا

سمندر بہہ رہا تھا۔ جتنا ضرورت ہے اٹھالو۔ کوئی روک نہیں ہے۔

رمضان المبارک کی آخری شام

آخری شام آئی تو میرے عزیز و اقارب نے میرے دستر خوان کو اس طرح سجایا جیسا کہ کوئی شاہی مہمان ہوتا ہے۔ ہر اک نے حسبِ استطاعت عقیدت و محبت کے پھول بکھیرے ہوئے تھے ادھر پانچ چھ عزیز چاند دیکھتے ہی گھر سے چار میل کا سفر طے کر کے مجھے لینے کیلئے آگئے بعض نے مجھے پھولوں کے ہار بھی پہنائے نماز مغرب ادا کر کے قافلہ کی صورت میں گھر کو چل دیئے۔ نماز عشاء تک چک چٹھہ پہنچ گئے سائیکلوں سے اترے تو احباب جماعت کے علاوہ غیر از جماعت مرد وزن بھی استقبال کیلئے جمع تھے۔ میں تو جو تھا یا ہوں جانتا ہوں کہ "لاشئے" محض ہوں لیکن وہ خیال کرتے تھے کہ کوئی ولی اللہ بن کر آرہا ہے۔ سب سے ملاقات کی پھر جماعت کے سارے گھروں میں گیا۔ آخر پر اپنے گھر گیا گھر والے بھی بہت خوش ہوئے اپنے آپ کو بھی ایک نیا سکون میسر آیا۔ اگلے روز نمازِ عیدالفطر ادا کی۔ نمازِ عید کے بعد شدید بخار ہو گیا۔ ساتھ دردیں بھی شروع ہو گئیں۔ ایک روز ایک غیر از جماعت دوست ملنے آگئے۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ ادھر آیا تھا سوچا ڈاکٹر صاحب سے ملتا جاؤں چونکہ مجھے ہومیو پیتھک سے لگاؤ ہے اس لئے آپ سے ملنے آگیا ہوں۔ میں نے کہا کہ کئی روز سے بخار ہے اور کمر میں درد رہتا ہے۔ انہوں

نے کہا کہ آرسینک۔ ۳۰ استعمال کریں انشاءاللہ صحت ہو جائیگی۔ وہ تو بتا کر چلے گئے اور آج تک پھر ملاقات نہیں ہوئی۔ لیکن ان کی بتائی ہوئی دوا کی ایک خوراک سے اللہ تعالیٰ نے شفاء عطا فرمادی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت تھی کہ ایک آدمی کو جسے میں کوئی خاص جانتا بھی نہ تھا میرے پاس بھجوادیا کہ جاؤ میرا بندہ سلطان احمد بیمار ہے اسے فلاں دوا بتاؤ۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سیرت الٰہی۔ کون ہے اس کی صفات کا شریک۔ کوئی نہیں ہرگز نہیں وہی حکمت والا اور اپنے بندوں کے دکھ درد دور کرنے والا ہے۔

۱۹۷۴ء کا دورِ ابتلا

۷۴ء کا سال جماعتِ احمدیہ کے لئے بے شمار ابتلاؤں کا سال تھا۔ جماعت احمدیہ پر ہر قسم کے ظلم و ستم ڈھائے گئے۔ لوٹ کھسوٹ اور گھیراؤ جلاؤ کیساتھ ساتھ قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ مفسدوں کو حکومت کی پشت پناہی حاصل تھی۔ یہ ایک لمبی داستان ہے اسکا ایک خوفناک پسِ منظر ہے اور اس کا انجام بھی ایک خوفناک سازش تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے جماعت کو بچالیا اس ساری تفصیل کی یہاں نہ گنجائش ہے نہ ضرورت اس ظلم و ستم کا اس امر سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کے ضلع گوجرانوالہ شہر میں بارہ احمدیوں کو بے دردی سے شہید کر دیا گیا سرگودھا شہر میں تمام احمدیوں کے گھر اور دوکانوں کو ایک ہی دن میں نہایت منظم

طریق پر نشان لگا لگا کر پنجاب کے وزیر اعلیٰ کی موجودگی میں جلا کر خاکستر کر دیا
گیا۔ بہر حال یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں البتہ ہمارے حافظ آباد میں کئی گھروں کو
جلا دیا۔ اور ایک احمدی کو شہید بھی کر دیا گیا۔ ہمارے گاؤں چک چٹھہ میں صرف
دس گھر احمدیوں کے تھے ہم نے اپنے دفاع کے لئے کئی منصوبے بنائے۔ پولیس
کا ایک دستہ بھی ہماری حفاظت کے لئے پہنچ گیا جو رات کو میرے مکان کی چھت
پر سوتا اور دن کو مکان کے اندر رہتا تھا۔ ایک صوبیدار صاحب ہمارے گھروں کے
پاس رہتے تھے۔ انہوں نے ہمارے چند نوجوانوں جس طرف سے حملہ آوروں کی
آمد متوقع تھی وہاں کھڑا کر دیا اور کہا کہ پوری شدت سے دفاع کریں خواہ اپنی
جانیں دینی پڑیں۔ لہذا نوجوان ڈٹ گئے کہ دشمن یہاں سے زندہ نہ آگے جا سکے گا
اور نہ واپس جا سکے گا۔ جب دشمنوں کو ہمارے اس عزم کا علم ہوا تو ڈر گئے اور
انہوں نے جو منصوبے ہم پر حملہ کے بنائے تھے وہ خاک میں مل گئے اور ان کرائے
کے قاتلوں اور لٹیروں کو ہمارے گاؤں پر حملہ کرنے کی جرات نہ ہوئی اور جماعت
کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔

بیت الذکر پر قبضہ

انہیں ایام میں ہمیں دشمنوں کی اس سازش کا علم ہوا کہ وہ ہماری بیت الذکر پر
زبردستی قبضہ کرنے والے ہیں میں حضرت امام جماعت (الثالث) کی خدمت میں

حاضر ہوا حضور نے ملاقات کا موقع عطا فرمایا۔ سلام کے جواب میں معاً بعد فرمایا
کے آپ کی بیت الذکر پر کوئی قبضہ نہیں کرلے گا۔ لیکن اگر کوئی قبضہ کرنے آئے
تو دفاع نہ کریں وہ لوگ خود بخود تین دن بعد چلے جائیں گے۔ ضرورت ہو تو
صرف ڈی ایس پی کو مطلع کریں اور جا کر ساری جماعت کو میری طرف سے پیار
دیں اور محبت بھر اسلام کہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کوئی دشمن بیت الذکر پر قبضہ
کرنے نہ آیا۔ ان کے منصوبے دھرے کہ دھرے رہ گئے۔

ایک دعا اور متعلقہ افسر پر ابتلاء

اللہ تعالیٰ بتدریج میرے کاروبار میں برکت عطا فرما رہا تھا۔ ۱۹۷۵ء میں نے
ڈائریکٹر صاحب ایکسائز لاہور کے پاس درخواست کی کہ میرا کوٹہ ۴۰ گیلن سے
بڑھا کر ۸۰ گیلن کیا جائے۔ محکمہ نے میرے علاقہ کے انسپکٹر سے رپوٹ طلب کی
انسپکٹر حلقہ نے سفارش تو کر دی لیکن آفیسر ضلع نے سفارش کرنے سے انکار کر
دیا۔ پھر میں گیا اور ڈائریکٹر صاحب کو صورتحال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے پھر کہا
کے علاقہ کے آفیسر سے منظور کروالیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں منظوری
دے دوں گا۔ لہذا میں ربوہ آگیا اور احباب سے دعا کی درخواست کی۔ محترم صوفی
خدا بخش صاحب زیروی انسپکٹر وقف جدید نے کہا کہ پہلے وقف جدید میں پانچ صد
روپے چندہ دیں تو دعا کروں گا۔ میں چندہ ادا کر دیا۔ واپس گوجرانوالہ آیا اور علاقہ

کے آفسیر سے ملا اور مسلسل دفتر کے کئی روز چکر لگائے تھک ہار کر ایک دن تہیہ کیا کہ آج رات دعا کروں گا۔ چنانچہ نماز عشاء کے بعد میں ایک کمرہ میں الگ نوافل پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ خوب دعا کی دوسری رات دعا کر رہا تھا کہ رات ۱۱ بجے کے قریب مجھ پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی رو رو کر چیخیں نکلنے لگیں تو میری بیوی شور سن کر آ گئی انہوں نے مجھے سنبھالا۔ تو میں ہوش میں آ گیا بیوی سے کہا کہ میں تو کسی اور جہان میں تھا تو مجھے واپس لے آئی ہے میری ان دو راتوں کی دعاؤں سے مجھے پورا یقین سا ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ساری دعائیں قبول فرما لی ہیں اور اب اللہ تعالیٰ میرے سارے کام درست فرما دے گا۔ اگلی صبح جب میں دفتر پہنچا تو میرے افسر نے میرا پہلا پرمنٹ بھی منسوخ کر دیا میں نے ایکسائز انسپکٹر سے کہا کے یہ آپ نے کیا کیا ہے تو انہوں نے کہا کے میں مجبور ہوں آپ بڑے افسر سے مل لیں۔ میں نے کہا انہوں نے مجھے پہلے ہی دس چکر لگوائے ہیں اب مجھے پسند نہیں کے میں ان کے پاس جاؤں۔ مجھے اللہ تعالیٰ پر یقین کامل ہے وہ میرا کام کروا دیگا۔ گو بظاہر میرا کاروبار بند تھا۔ لیکن میں دعا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کئے ہوئے تھا۔ خیر ان حالات میں میں پھر ربوہ آیا جہاں اور دوستوں سے دعا کی درخواست کی وہاں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (موجودہ امام جماعت) سے بھی ملا۔ آپ نے نہایت شفقت سے شرف ملاقات بخشا دعا کی اور

فرمایا کہ ضلع افسر کو نہ ملیں البتہ ڈائریکٹر کو ملیں لہذا میں پھر لاہور گیا تو ڈائریکٹر نے کہا کے فلاں تاریخ کو میں گوجرانوالہ کے دورے پر آ رہا ہوں وہاں فیصلہ کریں گے حسبِ پروگرام وہ گوجرانوالہ آئے تو ضلع کے افسر نے مجھ پر بہت بے بنیاد اعتراضات کئے جو خود بخود ختم ہو گئے اور میں بری تو ہو گیا مگر کام جوں کا توں رہا۔ اس کے بعد میں پھر لاہور چلا گیا وہاں گوجرانوالہ کے ایک افسر مجھے ملے ان کو داستان سنائی تو انھوں نے بذریعہ متعلقہ افسر ایکسائز میرا کیس درست کرنے کی کوشش اور سفارش بھی کر دی اور ڈائریکٹر نے وعدہ کے باوجود پرمٹ کی منظوری دینے سے انکار کر دیا جب میں کمرے سے باہر نکلا تو بے ساختہ میرے منہ سے نکلا اے خدا! تیری جناب میں دعا اور زاری کے بعد میں پوری طرح مطمئن تھا یہاں کیا ہو رہا ہے۔ کچھ عرصہ قبل ایکسائز کلرک کو بھی میں نے بتایا تھا کے بظاہر ناکامی ہے مگر اللہ تعالیٰ پر مجھے یقین ہے کے میرا کام بن جائے گا۔ ابھی میں کمرے سے باہر آیا ہی تھا کہ دفتر کے سپرنٹنڈنٹ مجھے ملے اور کہا کے ڈاکٹر مجاہد آؤ میں تمہارا کام کرواتا ہوں۔ انھوں نے ڈائریکٹر صاحب کو کہا کے ان کو "تین ماہ" کا پرمٹ جاری کر دیں اگر اس دوران ٹھیک نہ ہوئے تو پھر منسوخ کر دیں۔ ڈائریکٹر صاحب نے فوراً منظوری دے دی ٹھیک پندرہ دن کے بعد ۲۹ تاریخ کو انھوں مجھے حکم نامہ کی چٹھی ٹائپ کر کے دے دی۔ میں یہ حکم نامہ لے کر اسی افسر ضلع کے پاس آ گیا

کیونکہ آخری اجازت تو انہوں نے دینا تھی۔ انہوں نے پھر چٹھی روک لی اور پرمٹ بھی روک دیا۔ اگلے روز بہت دعا کر کے پھر گیا اور نئی داخواست دی کے آج آخری تاریخ ہے۔ اگر آپنے آج پرمٹ جاری نہ کیا تو میرے تمام نقصان کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔ ان الفاظ میں نا معلوم کیا تھا اثر اور رعب تھا کہ اس کلرک نے فوراً بلایا اور مجھے پرمٹ بنا کر دے دیا۔ کلرک کہنے لگا ڈاکٹر صاحب یہ تو مردہ زندہ ہو گیا۔ میں نے کہا کہ میرے خدا نے یہ مردہ زندہ کیا ہے۔ میں کچھ بھی نہیں ہوں وہی میں دفتر کے میز پر ہی اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔

جس بات کو کہے کے کروں گا میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کے چند دن بعد وہی افسر ضلع ایکسائز جس نے بار بار مجھے دفتر کے چکر لگوائے اور میرے کاروبار میں روک بنا ہوا تھا ایک روز کار پر جا رہا تھا کہ حادثہ کا شکار ہوا اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ کافی دیر تک ہسپتال میں رہا۔ بعد ازاں سہارا لیکر دفتر میں آیا کرتا تھا لیکن جلد ہی وقت سے پہلے ریٹائر کر دیا گیا۔

کاروبار میں ترقی کا عظیم الشان نشان

۱۹۷۵ء کے وسط میں ڈائریکٹر صاحب لاہور کو اپنے بڑھتے ہوئے کاروبار کے پیش نظر درخواست دے دی کہ میرا کوٹہ مزید بڑھایا جائے جب ڈائریکٹر صاحب

نے نیچے والے عملہ سے رپورٹ طلب کی تو انہوں نے اختلاف کی وجہ سے میرے خلاف رپورٹ کر دی جس پر ڈائریکٹر صاحب نے رجسٹر پر لکھ دیا کہ عملہ جواب دے کہ کیوں نہ اسکا سابقہ کوٹہ بھی کم کر دیا جائے جب میں اپنے کیس کا پتہ کرنے لاہور گیا تو ہیڈ کلرک صاحب نے مجھے ساری صورتحال سے آگاہ کر دیا۔ اُسی شام ترگڑی ضلع گوجرانوالہ محترم جناب ملک محمد الدین کے پاس حاضر ہوا جو ڈائریکٹر جنرل کے دوست تھے ساری داستان سنائی۔ جناب ملک صاحب مجھے ساتھ لیکر اگلی شام لاہور پہنچ گئے۔ علیک سلیک اور آؤ بھگت کے بعد ملک صاحب نے انکے پاس میری بھرپور سفارش کر دی جس سے انہوں نے متعلقہ ڈائریکٹر صاحب کو فون پر کہا کہ میری ذمہ داری پر ڈاکٹر سلطان احمد مجاہد کا کوٹہ ۴۰ گیلن فی ماہ سے بڑھا کر ۸۰ گیلن ماہانہ کر دیں۔ انہوں نے فوراً کاغذات کی تیاری کروا کر ۸۰ گیلن ماہانہ کے حساب سے ضلع کے افسر کے نام آرڈر تیار کروا دیے۔ جس وقت یہ آرڈر لیکر میں ضلعی افسر کے پاس گیا تو وہ منہ میں انگلیاں ڈالتے رہ گیا کہ ہمیں انعام بھی کچھ نہ ملا اور اسکا کام بھی ہو گیا۔ کوٹہ بڑھنے سے میرے کاروبار میں نمایاں اضافہ ہو گیا۔

بیٹے کا میڈیکل کالج میں داخلہ

۱۹۷۶ء میں میرے بیٹے کا ایف ایس سی کا نتیجہ نکلا تو اسکے ۶۰۴ نمبر آئے اس

وقت میرٹ ۶۲۴ تھا لہذا داخلہ نہ مل سکا۔ ملٹری کالج میں بھی درخواست دے
رکھی تھی وہاں داخلہ تو مل گیا مگر شرط یہ تھی کے ڈاکٹر بن جانے کے بعد سات
سال تک سرکاری ملازمت کرنا ہوگی۔ بچہ چونکہ وقف زندگی تھا اسلئے ہم یہ شرط
پوری کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے۔ اب ہمارے لیے خدا تعالیٰ سے کئے ہوئے
عہد کا امتحان تھا۔ ملٹری میں داخلہ مل جانے پر بے شمار سہولتیں بھی ہیں۔
اخراجات کوئی نہیں پڑھائی کا تسلسل نہیں ٹوٹتا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ہم نے اللہ تعالیٰ
سے کئے ہوئے عہد کو کسی قیمت پر بھی توڑنا گوارہ نہ کیا آخر حضرت صاحبزادہ مرزا
طاہر احمد صاحب سے مشورہ کے مطابق فیصلہ کیا کے آرمی میڈیکل کالج میں داخلہ
نہیں لینا۔ بلکہ اگلے سال اپنی ڈویژن بہتر بنانے کے لئے دوبارہ امتحان کا عزم کیا۔
۱۹۷۷ء میں مجھے البیت المبارک میں اعتکاف بیٹھنے کی توفیق ملی۔ بہت دعائیں
کرتا رہا خصوصاً یہ کہ اے میرے خدا تعالیٰ میرے بیٹے کو اعلیٰ نمبروں سے نواز
دوسرے یہ کے اے میرے پیارے خدا مجھے "کار" دے "بیکار" نہ رہنے
دے۔ محترم ڈاکٹر شفیع صاحب کو بھی دعا کے لئے کہ رکھا تھا وہ میرے بڑے
ہمدرد دوست ہیں۔ ایک دن انہوں نے مجھے فرمایا کہ خواب میں آپ کے بیٹے کے
۷۰۰ نمبر بتائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے نتیجہ آیا تو ۶۹۸ نمبر تھے یعنی
۷۰۰ نمبر تھے بعد ازاں محترم ڈاکٹر شفیع محمد صاحب سے عرض کیا کے دعا

کریں کے اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے بیٹے کو کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور
میں داخلہ مل جائے انہوں نے دعا کی۔ خود بھی دعا کرتا رہا۔ کیوں لاہور سے گھر آنا
جانا قدرے آسان ہے لیکن محترم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ دعا کے بعد مجھے نشتر
نشتر بتایا گیا کے گویا نشتر میڈیکل کالج میں داخلہ ملے گا اور بعد اسی کالج میں داخلہ
مل گیا اس میں حکمت بعد میں یوں کھلی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے کاروبار میں نئے
رستے کھول دیئے اور ملتان شہر میں کاروبار میں بہت فائدہ ہوا چنانچہ اخراجات وہیں
سے پورے ہوتے رہے اسی طرح ۱۹۷۹ء میں ایک کثیر رقم لگا کر نیا مکان تعمیر
کروایا۔ جسمیں دو کمرے لیبارٹری کے طور پر بھی تعمیر کروائے اس اثنا میں میرا بیٹا
سال دوم میں تھا جب ایک دو روز کیلئے گھر پر آتا تو تمام عزیز و اقارب محبت و پیار
کے پھول نچھاور کرتے پھوپھیاں اور خالائیں بلائیں لیتیں اسکی والدہ محترمہ ہمہ
تن ہمہ وقت دعائیں کرتی اور بیٹے کی کامیابی و کامرانی کیلئے دعاؤں کا ذخیرہ جمع کرتی
رہتی۔

ایک عظیم اندوہناک صدمہ (تاریخ وفات ۳۰ جنوری ۱۹۸۰ء)

پیاری بیگم محترمہ سکینہ بی بی صاحبہ اپنی بہن کے گھر سے واپس آتے ہوئے۔ جب
سڑک پار کر رہی تھیں۔ تو ایک تیز رفتار ٹرک کی زد میں آگئیں فوراً جائے حادثہ پر پہنچ گئے
بے ہوشی طاری تھی فوراً میو ہسپتال لے جانے کا پروگرام بنا۔ جب ہم قلعہ

دیدار سنگھ پہنچے تو آپکی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اسی ایمبولینس پر انھیں گھر لائے سب عزیز واقارب اس اچانک صدمہ سے نڈھال ہو گئے۔ عین وقت پر پیارا بیٹا بھی رخصت پر آگیا۔ اور آخری خدمت کا موقع پایا۔ اگلے روز ۴ بجے البیت المبارک میں نمازِ جنازہ عطا کی۔ بعد ازاں مرحومہ کی وصیت کے مطابق بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی تدفین کے بعد محترم مولانا عنائیت اللہ صاحب نے دعا کروائی اسی شام ۹ بجے غم زدہ و نڈھال واپس چک چٹھہ پہنچ گئے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے اور درجات بلند کرے۔

میری باوفا رفیقہ حیات

میں یہاں اپنی پیاری رفیقہ حیات کے اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ حسنہ بیان نہ کروں تو یہ بے وفائی ہو گی۔ مرحومہ انتہائی بلند کردار کی حامل بااخلاق خاتون تھیں اپنے پرائے میں یکساں مقبول تھیں ہر کس و ناکس کی ضرورت کا خیال رکھتی تھیں۔ نہایت باوفا بیوی نہایت شفیق ماں اور حد درجہ صلہ رحمی کی پیکر تھیں یہی وجہ تھی کہ ان کی رحلت پر اپنوں اور عزیز و اقارب اور غیروں نے یکساں رنج و غم کا اظہار کیا۔ احمدیت کی تو مرحومہ شیدائی تھیں۔ صوم و صلواۃ کی پابند تھیں بلکہ تہجد بھی پڑھا کرتیں۔ جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ جب آپ چک چٹھہ آئیں تو ابتداء میں لجنہ کی سیکرٹری منتخب ہوئیں اور نہایت عمدگی سے کام کیا۔ نتیجہ

یہ ہوا کہ بعد میں لجنہ کی صدر منتخب ہو گئیں اور پھر عمر بھر بطور صدر لجنہ مثالی کام کرنے کی توفیق پائی یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی کے آخری سال ۱۹۷۹ء میں جو لجنہ اماء اللہ کا مرکزی سالانہ اجتماع ہوا اس پر آپ کو خوشنودی کی دو سندوں سے نوازا گیا۔

اول: چندہ کی سو فیصد وصولی کی سند

دوم: لجنہ چک چٹھہ کے دشعبہ وصیت میں کارکردگی کے لحاظ سے پاکستان بھر کی تمام دیہاتی مجالس میں دوسرے نمبر پر آنے کی وجہ سے۔

اسی طرح آپ کو لجنہ ماء اللہ مرکزیہ کے "پچاس سالہ جشن" پر لجنہ اماء اللہ کی طویل خدمت کے صلہ میں سندِ خوشنودی سے نوازا گیا۔ آپ خدمت خلق میں ایک خاص مقام رکھتی تھیں آپ کو انسانیت سے بڑی محبت تھی اور حد درجہ ہمدردی تھی۔ آپ نہائت امانتدار خاتون تھیں گاؤں کو عورتیں اکثر آپ کے پاس امانتیں رکھوایا کرتی تھیں۔ قرضہ مانگنے والوں کو ہمیشہ قرضہ دے دیا کرتیں انہیں مایوس نہیں کرتی تھیں۔ آپ بہت دعا گو تھیں۔ اپنے اکلوتے بیٹے عزیزم رشید محمد راشد جو آپ کی وفات کے وقت میڈیکل کے دوسرے سال میں تھا کیلئے بہت دعائیں کیا کرتی تھیں دعا میں فرمایا کرتیں۔

" میرے پتر دے قدم قدم دی خیر
میرے پتر دی منزل لمبی اے "

آپ کی دعاؤں کا ہی ثمرہ ہے کہ آج ان کا پیارا بیٹا یہ "لمبی منزل" طے کر کے خدمتِ انسانیت کے میدان میں سرگرم عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیز کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور دین و دنیا کی نعماء سے وافر حصہ بخشے۔ عزیزم فضلِ عمر ہسپتال میں ماہر امراضِ چشم کے طور پر اپنی خدمات سر انجام دے رہا ہے۔ مرحومہ کی وفات پر مرحومہ کے پیارے بیٹے نے ایک طویل مضمون لکھا جو ۵ مئی ۱۹۸۰ء کے الفضل میں چھپا۔ جس میں اپنی والدہ صاحبہ کے اوصافِ حمیدہ کا نہایت احسن رنگ میں تذکرہ کیا۔ اسی طرح اس ہونہار اور اسمِ با مسمّٰی رشید بیٹے نے اپنی مرحومہ والدہ صاحبہ کے ایصالِ ثواب کیلئے بیوت الذکر میں پانچ صد روپے چندہ دیا جو ۲۶ جولائی ۱۹۸۰ء کے الفضل میں شائع ہوا نیز مہمان خانہ مستورات میں ۳۱۳ روپے چندہ ادا کیا جس کا ذکر ۱۰ مئی ۱۹۸۰ء کے الفضل میں ملتا ہے جو صدر لجنہ مرکزیہ کی طرف سے شائع کروایا گیا۔ محترمہ آمنہ رشیدہ صاحبہ دارالعلوم شرقی ربوہ نے بھی آپ کی وفات پر ایک نوٹ مصباح کے شمارہ ستمبر ۸۰ء میں شائع کروایا میری اہلیہ کی اچانک وفات پر جن دوستوں نے تدفین وغیرہ کے انتظام میں اور بعض دیگر امور میں تعاون فرمایا اور بعد میں عزیز و اقارب نے جس

محبت و خلوص سے ہمارے غم میں شرکت فرمائی میں فرداً فرداً تو ان کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر تھا البتہ "اظہار تشکر" کے طور پر ۲۷ فروری ۱۹۸۰ء کے الفضل میں تمام دوستوں کے شکریے کے ساتھ مرحومہ کی مغفرت اور پس ماندگان کیلئے صبرِ جمیل کی دعا کی درخواست شائع کروائی گئی یوں اپنے غم کو کسی قدر ہلکا کیا۔ یہاں بھی میں قارئین سے مرحومہ کی بلندئ درجات کی دعا کی درخواست کروں گا۔ ایک واقعہ بیان کر کے جو کہ "تربیت اولاد" کے ضمن میں ہے اس تذکرہ کو ختم کرتا ہوں۔ آپ کو اپنے بیٹے کی اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ تربیت کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ نیک ماں کا نیک سپوت حصولِ تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے کالج میں خدام الاحمدیہ کے کام میں بھرپور حصہ لیتا یہی وجہ تھی کے آپکی وفات پر مجلس خدام الاحمدیہ ملتان نے ایک خصوصی اجلاس میں ایک "قرار دادِ تعزیت" پاس کی اور سوگوار خاندان کے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کی یہ قرار داد نہایت عمدہ الفاظ میں مرقوم ۱۴ مارچ ۱۹۸۰ء کے الفضل میں شائع شدہ ہے۔

ذکر منظوم رفیقہ حیات (اول)

چونکہ ہم میاں بیوی میں بے پناہ محبت تھی اس لئے آپ کی جدائی کا رنج والم ہونا ایک فطری امر تھا۔ ہر وقت طبیعت اداس رہتی لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل رہا کہ صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔ اپنے مولا کی رضا پر راضی رہے آپکی

جدائی کے غم کو کئی ایک طریق سے ہلکا کرنے کی سعی کرتا رہا۔ بعض دفعہ آپکے نام کے صدقات دیتا بعض اوقات مختلف مدّات میں چندے ادا کرتا اسی طرح اپنے غم کو کم کرنے کا یوں طریقہ پیدا ہو گیا کہ آپ کے اوصاف میں شعر لکھتا رہتا آپ کے اوصاف اور حالات اور خدمت پر کئی ایک نظمیں لکھنے کا موقعہ ملا دعا کی خاطر ایک طویل نظم میں سے چند اشعار یہاں لکھتا ہوں۔

تجھ سے بہاریں تھیں یہاں ہے آگیا وقتِ خزاں
تو جنتوں میں جا بسی سب مجھ میں غم سما گئی

وفات اس المناک سے غم کی گھٹائیں چھا گئیں
لیکن رہے گا حوصلہ مقام اپنا بنا گئیں

دیوانہ سا ہو گیا ہوں کچھ اپنا کھو گیا ہوں
شکوہ نہ کوئی گلہ ہے مانی جو سب رضا گئیں

اٹھتا جبھی ہوں سو کے آتی ہے یاد رو کے
وہ روشنی کہاں ہے جو اندھا مجھے بنا گئیں

کس کو پکارے گا رشید ہے میری امی جان کون ؟
نہ دے گا چٹھی میں سلام ہو جو تم جدا گئیں

کہاں وہ شفقت مادر کہاں وہ سینہ سے پیار
کہاں وہ راز داریاں دل ہی میں لے سما گئیں

بیٹے رشید اب صبر کر۔ صبر کا بیڑا پار ہے
یہ خالائیں تیری پھوپھیاں دل میں تیرے بسا گئیں

اے میرے گھر کی روشنی یہاں ہو گیا اندھیر ہے
یہ دنیا بھی ہیر پھیر ہے جو تو ہمیں سمجھا گئیں

یہ مسکراتا گل تیرا سدا شاد رہے آباد رہے
ہے میرے دل کا چین یہ ادائیں جو اسکی بھا گئیں

جو تو نے وفا کی مجھ سے تو سنوری تیری آخرت
یہ دنیا تو بے وفا ہے تو وفا میں گھر بسا گئیں

اے میرے پیاری اہلیہ لے میرے لاکھوں تو سلام
صد آفریں بھی لے گئیں رتبہ شہادت پا گئیں

کر کرم سارے باری میں جاؤں تیرے واری
ہے مشکل کشا تو مولا بہت ابتلائیں آگئیں

کلیاں جو کھل رہی ہیں قسمت بدل رہی ہے
پھر آرہی ہے خوشبو ہریالیاں جو آگئیں

دوسری شادی کا پروگرام

اپنی رفیقہ حیات کے رحلت فرما جانے کے چند دن بعد میرے عزیز و اقارب نے مجھے دوسری شادی کی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا۔ میری طبیعت پر چونکہ بیوی کی وفات کا اثر تھا اس لئے طبیعت مائل نہ ہوئی۔ تقریباً ایک ہفتہ بعد میں اپنے سعادت مند اکلوتے بیٹے کے ہمراہ ربوہ کی زیارت اور بہشتی مقبرہ میں دعا کی غرض سے آیا۔ بہت دعائیں کیں۔ بعدہ اپنی مرحومہ اہلیہ کا تحریک جدید کا چندہ -/1000 روپے دفتر میں جا کر ایصالِ ثواب کیلئے ادا کیا کام سے فارغ ہو کر جب واپس جانے کیلئے اڈا لاریاں پہنچے تو میرے بیٹے نے مجھے مشورہ دیا کہ ابا جان میری تعلیم کی تکمیل میں ہنوز چار سال باقی رہتے ہیں۔ آپ گھر میں کیسے رہیں گے بہتر ہے کہ آپ کہیں مناسب جگہ پر دوسری شادی کر لیں۔ میں نے کہا کہ بیٹا ابھی تو بہت غم ہے دوسری شادی کا فی الحال سوچ بھی نہیں سکتا۔ ہاں! اگر توجہ پیدا ہوئی تو ضرور آپ سے مشورہ کروں گا۔ شام کو ہم دکھ سکھ کرتے چک چٹھہ پہنچ گئے بیٹے کی چھٹیاں ختم تھیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے سہارے اگلے روز ملتان چلا گیا اور میں گھر میں اکیلا دعائیں کرتا رہتا اور ہر وقت رنج و غم میں رہتا اسی اثناء میں میری بھتیجیاں آجاتیں اور تسلی وغیرہ دیتی رہتیں۔

بشریٰ کا انتخاب

تقریباً ایک مہینہ بعد پھر ربوہ آیا۔ بہشتی مقبرہ میں دعا کے بعد دوستوں سے ملاقات کی دوستوں نے کئی رشتے بتائے اب طبیعت کسی قدر سنبھل چکی تھی ہمہ وقتی ساتھی کی ضرورت بھی شدت سے محسوس ہونے لگی۔ بعض رشتوں کی تجویز کے سلسلہ میں میں اپنے بزرگ دوست محترم ڈاکٹر محمد شفیع صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ استخارہ کر کے بتائیں کہ کونسا رشتہ میرے حالات کے مطابق مطابقت کھاتا ہے آپ نے رات دعا کی اور دعا میں ان کو بشریٰ عبدالرحمٰن گوجرانوالہ کا انتخاب دکھایا گیا محترم ڈاکٹر صاحب نے گھر میں موجود اپنی بھتیجی کو بتایا کہ رات مجھے فلاں رشتہ بتایا گیا ہے صبح جب خاکسار ڈاکٹر صاحب کے ہاں حاضر ہوا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے بشریٰ عبدالرحمٰن گوجرانوالہ کے انتخاب کی اطلاع دی ہے۔ خاکسار ان سے خوشخبری سن کر شام کو واپس گھر آگیا۔ اگلی صبح میں گوجرانوالہ جا کر صدر لجنہ ضلع گوجرانوالہ محترمہ صادقہ میر سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کے یہاں بشریٰ نام کی کو مطلقہ یا کنواری کوئی خاتون نہیں ہے واپسی پر رستہ میں بابو عبدالرحمٰن صاحب مینجر سنگر مشین مل گئے ان سے ذکر کرنے پر معلوم ہوا کہ بشریٰ نامی مطلقہ خاتون ضرور ہے مزید مشورہ کیلئے محترم حاجی محمد شریف صاحب نائب امیر جماعت

احمد یہ گوجرانوالہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے حالات سن کر مشورہ دیا کہ یہ رشتہ آپ کیلئے مناسب نہیں ہے۔ وہاں سے تو میں واپس چلا آیا لیکن الٰہی بشارت ہے کہ "بشریٰ کا انتخاب ہوا" ہے سے متعلق غور و فکر کرنے لگا۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ڈاکٹر محمد شفیع صاحب کے خواب کی بنا پر دل میں پختہ یقین پیدا ہو گیا تھا کہ "بشریٰ" ضرور ملے گی۔ اسی اثناء میں بہت سے رشتے آئے لیکن کہیں اتفاق نہ ہو سکا بہت سے احباب نے اس معاملہ میں مشورے بھی دیئے۔ انتخاب میں مدد بھی دی۔ یہ ایک طویل داستان ہے۔ البتہ اپریل ۱۹۸۰ء میں جب میں مجلسِ مشاورت پر آیا تو ایک روز بعد نمازِ عصر البیت المبارک میں محترم ڈاکٹر راجہ نذیر احمد صاحب ظفر نے مجھے ایک بزرگ دوست محترم میاں محمد عبداللہ صاحب سے ملاقات کروائی جن سے محترم ڈاکٹر صاحب نے پہلے سے بات کر رکھی تھی ابتدائی گفتگو کے بعد محترم میاں محمد عبداللہ صاحب مجھے اپنے گھر لے گئے وہاں تفصیلی بات چیت کے بعد اگلے روز میں اپنی ہمشیرہ فتح بی بی صاحبہ کے ہمراہ میاں محمد عبداللہ صاحب کے گھر آئے۔ لڑکی کو میری ہمشیرہ نے پسند کیا۔ تب خاکسار نے محترم محمد عبداللہ صاحب کو چک چٹھہ چلنے کی تحریک کی وہ میرے ساتھ چک چٹھہ تشریف لے آئے۔ رات بسر کی باتیں ہوتی رہیں میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کی بیٹی کا نام کیا ہے تو انہوں نے بشریٰ طیبہ بتایا جو میں نے ایک کاپی پر

نوٹ کر رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تو مجھے پہلے سے اطلاع دے دی تھی کہ تمہیں بشریٰ ملے گی لیکن والد کا نام عبدالرحمٰن ہو گا۔ تب آپ نے بتایا کے میرا نام عبداللہ ہے رحمٰن اللہ کا ہی ایک صفاتی نام ہے۔ اسلئے یہ تعبیر درست ہے۔ یہاں ایک امر خالی از دلچسپی نہیں۔ اس متذکرہ رشتہ کی گفتگو سے پہلے میرے ایک دوست نے ایک رشتہ تجویز کیا جس کا نام بشریٰ نہیں تھا اسکی عمر ۳۰ برس تھی میں نے عمروں کے تضاوت کا ذکر کیا تو میرے دوست نے کہا کہ میں اس عورت سے کہہ لوں گا وہ یہ بات کہہ کر چلے گئے ادھر ہماری گفتگو کا متذکرہ بالا بشریٰ کی طرف مڑ گیا اور کسی حد تک بات طے بھی ہو گئی تب وہ میرے دوست اس خاتون کو لے کر میرے گھر آ گئے میں نے موقعہ پا کر ان سے کہہ دیا کہ مجھے تو خدا تعالیٰ نے بشریٰ نامی عورت سے شادی کی اطلاع دی ہوئی ہے اسلئے میں ہرگز آپ سے شادی کیلئے تیار نہیں ہوں لہذا صبح وہ لوگ واپس چلے گئے۔ کچھ دنوں تک میاں محمد عبداللہ صاحب کے رشتہ داروں سے صلاح مشورے ہوتے رہے آخر ایک ایسا مرحلہ بھی آیا کے بشریٰ (جو پہلے کئی بار شادی کرنے سے انکار کر چکی تھی) نے دعا اور استخارہ کرنے کیلئے چار دن کی مہلت منگی اور بدھ کو دوبارہ اپنا فیصلہ بتانے کو کہا۔ تب ہم واپس آ گئے مہلت کے اختتام پر بروز بدھ پھر ربوہ آیا تو ایک طویل گفتگو کے بعد رشتہ طے پایا۔ حق مہر ۱۵ ہزار روپیہ طے پایا جو میں نے نقد ادا کر دیا۔

اس طرح ۱۵ ہزار حق مہر پر مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۸۰ء کو محترم مولوی نذیر احمد صاحب مبشر نے ہمارا نکاح پڑھ دیا یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ میری پہلی اہلیہ کی وفات کے دو ماہ گیارہ دن بعد میرا دوسرا نکاح پڑھا گیا جب کہ میری عمر ۵۲ سال اور ہونیوالی نئی بیوی بشریٰ طیبہ کی عمر ۳۳ سال تھی۔ اس میری بیوی کے پاس پہلے خاوند سے ایک کم سن بچی تھی جو اب دسویں جماعت کی طالبہ ہے اور ہمارے پاس خوش باش رہ رہی ہے۔ دعوتِ ولیمہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے احسانوں کی شعروں کی صورت زبان پر آگئی۔ کہ کس طرح خدائے قادر غیر ممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔

میرے مولا میرے سمیع میری سننے دعا والے
اپنے بندوں کی عاجزی کو دینے وفا والے
رونا ضائع نہیں جاتا جو دل کی گہرائیوں سے ہو
کام بن جاتے ہیں جو ہوں تیری رضا والے
جان و مال و آبرو تو ہیں حاضر کر چکے
یہ کھال ہی ہے باقی لے لے سننے صدا والے
بدلی ہے خزاں بہاریں صحن میں آئیں
لگی جھومنے پھر دیواریں آتے ہیں بیاہ والے

دائیں طرف : ڈاکٹر رشید محمد راشد آئی سپیشلسٹ فضل عمر ہسپتال ربوہ۔ دائیں سے نمبر ۲ پر ڈاکٹر محمد شفیع صاحب دعاگو ا بزرگ مرحوم سے نمبر ۳ پر ڈاکٹر سلطان احمد مجاہد اپنے ننھے پوتے کو گود میں بدر احمد عرفان کو لئے ہوئے نمبر ۴ پر محترم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال تحریک جدید اپنی نواسی کو گود میں لئے ہوئے۔

تقدیریں بدلیں بشریٰ کی سلطان کو سکوں آیا
تھے ڈھیروں ابتلا والے انعاموں کی بنا والے

اے وہ بزرگو جنہوں نے دو دلوں کو جوڑا
تمہاری ہی قسم تم یقیناً ہو خدا والے

ہم کہاں دے سکتے ہیں تمہارے احسانوں کا بدلہ
ہم تو ہو گئے ہیں تمہارے لئے کرنے دعا والے

چونکہ میری موجودہ بیوی شہری ماحول سے تعلق رکھتی تھی اور ہم ایک گاؤں کی معاشرت سے وابستہ تھے اسلئے اپنے گھریلو ماحول کو شہری تمدن میں بدلنے کی ضرورت کو کوئی وقت ضائع کئے بغیر مکان میں مناسب ضروری توسیع کی گئی مکان کی چھت پر ایک چوبارہ بھی تعمیر کروایا لیا گیا جس سے مہمان نوازی کے سلسلہ میں بھی سہولت پیدا ہو گئی۔ اس طرح گھر میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور زیادہ نازل ہونے شروع ہو گئے میں قربان ہوں اس رب جلیل پر جس نے زندگی کے ہر کٹھن موڑ پر میری مدد اور نصرت فرمائی میں جس قدر بھی اس رب العزت کا شکر ادا کروں کم ہے۔

قبولیت دعا کا ایک اور نشان ۱۹۸۱ء

بڑھتے ہوئے کاروبار کے پیشِ نظر میں نے سپرٹ ریکٹی فائیڈ L-42-J کیلئے بھی ڈائریکٹر صاحب کو درخواست دے دی جس سے جڑی بوٹیوں کے مدر ٹنکچر "Q" تیار کئے جاتے ہیں اس سلسلہ میں متعلقہ ڈائریکٹر سے ملتا رہا اور وہ ٹالتا رہا ایک دفعہ جب لاہور گیا تو احمدیہ بیت الذکر میں ساری رات دعا کرتا رہا اور یقین کامل ہو گیا کہ دعا قبول ہو گئی ہے لیکن ڈائریکٹر نے مجھے سامنے بٹھا کر درخواست نامنظور کر دی جس سے میں حیران ہو گیا یہ تو عجیب معاملہ ہوا ہے میں نے واپس آکر ایک بزرگ سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا دعا آپکی قبول ہو گئی ہے بعض دفعہ کسی دوسری طرف سے اللہ تعالیٰ رزق بے حد دیتا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا اللہ کی شان کہ جو ایک پلاٹ میں نے ربوہ میں چونتیس ہزار روپے سے خریدا تھا وہ اب اٹھہتر ہزار روپیہ کا ہو گیا۔ تب ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دینے کے بے شمار راستے ہیں۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

L-42-J کی منظوری

۱۹۸۲ء میں پھر درخواست دی جب ڈائریکٹر نے منظوری نہ دی تو ڈائریکٹر جنرل

پنجاب کو درخواست دے کر سارے حالات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے ایک ہفتہ بعد L-42-J کا کوٹہ بھی منظور کر دیا۔ اس منظوری کے بعد اب میں نے مدر ٹنکچر بنانے شروع کر دیئے جس سے خدا تعالیٰ کے فضل سے مزید ترقی ہوئی اور آمدن میں بھی اضافہ ہو گیا۔

قادیان کی زیارت

ستمبر ۱۹۸۲ء میں قادیان کی زیارت کی خاطر جانے کی تیاری کرنے لگا تیاری کے سلسلے میں تمام ضروری کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر و خوبی سرانجام پا گئے اور نومبر میں قادیان جانے کا موقع ملا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میرا یہ کام کیا اور دیرینہ خواہش کو پورا فرمایا۔ یہ بارہ ایام جو قادیان دارالامان کی مقدس بستی میں گزرے میری زندگی کے بیش قیمت لمحات ہیں اور سرمایہ ءحیات بھی۔ ان بارہ ایام د نہایت منظم طریق پر استعمال کرنے کا موقعہ پایا۔ تمام مقامات مقدسہ کی زیارت کی بیت الدعا میں روزانہ دعا کرنے کی سعادت ملتی رہی۔ احباب نے نہایت خلوص سے دعوتیں کیں۔ بہشتی مقبرہ میں بھی روزانہ بزرگ ہستیوں کے مزاروں پر دعاؤں کا موقعہ میسر رہا۔ ان مختصر ایام کے دوران جماعت کیلئے مبلغین کرام معلمین کرام اور مربیان اپنے عزیز و اقارب اور بیٹے کیلئے غرضیکہ ہر طرح کی دعاؤں کی توفیق ملی۔ متذکرہ عرصہ پورا ہونے کے

بعد اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ساتھ بہت سے روحانی اور دینی تحائف لیکر واہگہ بارڈر کے رستہ واپس لاہور آگیا اور اسی شام گھر چک چٹھہ پہنچ گیا۔ عزیز و اقارب اور احباب جماعت کو سارے حالات و واقعات سنائے جن سے سب محفوظ ہوئے۔ میں یہاں اپنے محترم بھائی بشیر احمد صاحب حافظ آبادی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کمال شفقت سے ہمہ وقت ساتھ رہ کر پورے قادیان کی زیارت کرنے میں راہنمائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے۔

کوٹھی کی تعمیر کا منصوبہ

قادیان کی زیارت کے تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد ربوہ میں جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء میں شرکت کا موقع ملا جلسہ سالانہ کے بعد جنوری ۱۹۸۳ء میں ایک اینٹ جس پر حضور سے دعا کروائی ہوئی تھی وہ اینٹ بزرگوں کی دعاؤں کے ساتھ کوٹھی کی بنیاد رکھی۔

اک عارضی گھروندے کا آغاز ہو گیا
اس خواہش دیرینہ کا اعجاز ہو گیا

یہاں یہ بھی ربِ جلیل کی شان دیکھئے جب کوٹھی کی تعمیر شروع کی تو صرف پچاس ہزار روپیہ پاس تھا جس سے صرف تین چار کمرے ہی تعمیر ہو سکتے تھے مگر دعا اور تمنا یہ تھی کہ ایک عالی شان کوٹھی تعمیر ہو۔ بہر حال تین چار کمرے ہی تعمیر

ہوئے کہ رقم ختم ہو گئی ادھر رقم ختم ہوئی ادھر میرے ایک پلاٹ کا سودا مبلغ ۲۸ ہزار روپے میں ہو گیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے فوری طور پر رقم کا بندوبست فرمادیا جس سے تعمیر کا کام شروع رہا اور سال آخر تک کوٹھی مکمل ہو گئی۔

وارد ربوہ

اللہ تعالیٰ فضل اور رحم کے ساتھ ۲۰ دسمبر ۱۹۸۳ء کو چک چٹھہ سے ربوہ منتقل ہو گئے اگلے روز ۲۱ دسمبر کو ایک دیگ چاولوں کی پکاکر بغرضِ دعا غرباء اور مساکین میں تقسیم کی اسطرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے ربوہ کی مقدس بستی میں سکون کی زندگی بسر کرنے کی توفیق ملی۔

فارمیسی کی ربوہ منتقلی

ربوہ منتقلی سے تین چار ماہ قبل میں نے افسران کو درخواست دے رکھی تھی جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے منظور ہو گئی۔ لہذا اس منظوری کے بعد ربوہ میں مشینری فٹ کرواکر سابقہ کاروبار " مجاہد ہومیو فارمیسی " کے نام سے شروع کر دیا جس میں اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی اور کامرانیاں حاصل ہونے لگیں۔

پسرم رشید کی کامیابی

اکتوبر ۸۴ء میرے بیٹے نے ایم بی بی ایس کا فائنل امتحان دے دیا نتیجہ نکلتے ہو میو ہسپتال ہاؤس جاب شروع کر دیا۔ ۸۵ء میں بیٹے کیلئے رشتہ کی تلاش شروع کر دی حضورِ انور کی خدمت اقدس میں بھی دعا کے لئے لکھا دنیاوی اور مالی لحاظ سے بہت اچھی پوزیشن کے رشتے ملتے تو تھے لیکن ہماری خواہش تھی کہ انتہائی مخلص اور احمدیت کے خادم گھرانے میں رشتہ طے پائے ایک لمبی کوشش اور بہت دعاؤں کے بعد محترم و مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب وکیل المال تحریک جدید کی صاحبزادی عزیزہ منصورہ فرحت کا رشتہ طے پا گیا جو ہماری منشاء کے عین مطابق ہے۔

مبارک تقریب نکاح وشادی

مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۸۵ء بروز جمعۃ المبارک بعد نمازِ عصر البیتِ المبارک میں مکرم و محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ تاریخ احمدیت نے اعلان نکاح کیا۔ اگلے روز اس خوشی میں ایک تقریب منعقد کی جو دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔ مورخہ ۱۱ مئی حسبِ پروگرام بعد نماز عصر بارات کا قافلہ بہت سے دوستوں عزیزوں اور بزرگوں پر مشتمل کاروں اور ویگنوں کے ذریعہ مکرم و محترم چوہدری

شبیر احمد صاحب کے دولت کدہ کی طرف چلا۔ بارات کا انتہائی خلوص اور محبت سے استقبال کیا گیا۔ مکرم چوہدری صاحب نے بہت سے بزرگوں اور احباب کو اس تقریب سعید میں مدعو کر رکھا تھا۔ اس ساری کارروائی کی وڈیو فلم بھی نہایت مہارت سے تیار کی گئی۔ اس تقریبِ سعید میں بہت سے احباب کے علاوہ جماعتی عہدیداران شامل تھے۔ محترم ڈاکٹر محمد اقبال صاحب امیر جماعتِ احمدیہ مظفر گڑھ بھی تشریف لائے ہوئے تھے آپ نے نہائت خوش الحانی سے تلاوت کی بعد محترم چوہدری بشیر احمد صاحب نے موقعہ کی مناسبت سے اپنی تازہ نظم اپنے روائتی پرکشش اور مترنم آواز میں پڑھی جو پند و نصائح کے مضامین پر مشتمل تھی اس پر معنی نظم کا یہاں لکھنا نہائت ہی سبق آموز ہے۔

بے چین ہے دل پیشِ نظر ہے تیر فرقت
اے لختِ جگر آج تمہیں کرتے ہیں رخصت

اک حشر لئے آئی ہے تودیع کی ساعت
ہم سب کے لبوں پر ہے دعا اے میری فرحت

اے جان پدر تم پر رہے سایۂ رحمت

امی کیلئے راحت جان ، رونقِ گلشن
ہمشیرہ و برادر کے لئے پیا کا مخزن
اب حق نے دیا ہے تمہیں راشؔد کا نشیمن
آباد کرو اس کو بصد پیارو محبت
اے جانِ پدر تم پر رہے سایہءِ رحمت

ہم دل سے دعا گو ہیں کہ یہ وقت دعا ہے
وہ گھر ہو مبارک جو تمہیں آج ملا ہے
کرتے ہیں جدا تم کو یہی حکم خدا ہے
تم باپ کے گھر میں تھیں فقط ایک امانت
اے جانِ پدر تم پر رہے سایہءِ رحمت

کچھ بہن و بھائی دور ہیں پردیس میں بیٹھے
بیتاب ہیں آنے کو مگر آ نہیں سکتے
ان کے بھی ہیں دن رات دعاؤں میں گزرتے
ہوں تم کو عطا شیریں ثمر اے میری فرحتؔ
اے جانِ پدر تم پر رہے سایہءِ رحمت

اخلاق حقیقت میں ہے انسان کا زیور
مطلوب رہے آپ کو قرآن کا زیور
قرآن ہی ہے مہدئی دوراں کا زیور
ملحوظ رہے سرورِ عالم کی اطاعت
اے جانِ پدر تم پہ رہے سایہءِ رحمت

نوشتہ کے بزرگوں میں جو بشریٰ و سلطانؔ
ہو ان کی بزرگی کا بجا تم کو بھی عرفان
اک ننھی سے ہے نند بھی بھاوج کی نگہبان
ہو حفظِ مراتب کا تمہیں پاس بشدت
اے جانِ پدر تم پہ رہے سایہءِ رحمت

راحت کا زمانہ ہو یا کلفت کا زمانہ
قرآن کی تعلیم کو بیٹی نہ بھلانا
کام آئے گا طاہرؔ کی دعاؤں کا خزانہ
گھر دولہا و دولہن کا نظر آئیگا جنت
اے جانِ پدر تم پہ رہ سایہءِ رحمت

....

اس نظم کے بعد مکرم و محترم جناب ڈاکٹر محمد شفیع صاحب نے دعا کروائی اور یہ بابرکت تقریب تکمیل پذیر ہوئی۔

دعوتِ ولیمہ

اگلے روز مورخہ ۱۲ مئی کو اپنی نئی تعمیر کردہ کوٹھی میں وسیع پیمانے پر دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا۔ اس دعوت میں افرادِ خاندان حضرتِ اقدس نے شرکت فرما کر بے پناہ برکت بخشی۔ علاوہ ازیں جماعتی عہدیداران۔ عزیز واقارب غربا و مساکین نیز چک چٹھہ سے غیر از جماعت نے بھی شرکت کی۔ اسی طرح عزیزم ڈاکٹر رشید محمد صاحب کے میو ہسپتال لاہور سے آئے ہوئے دوستوں نے بھی شرکت کی۔ اس دعوتِ ولیمہ میں جامعہ احمدیہ کے بعض طلباء کے علاوہ غیر ملکی طلباء کو خاص طور پر مدعو کیا گیا جنہوں نے شرکت فرما کر ہماری عزت افزائی فرمائی۔

قبولیت دعا کا نشان

ایک دن جب کہ میرا بیٹا ڈاکٹری کے داخلہ کے لئے ایف ایس سی کا امتحان دے رہا تھا جو کہ صرف ایک پرچہ کا تھا۔ یہ آج سے تقریباً ۱۲ سال پہلے کا واقعہ ہے ظہر اور عصر کے درمیان وقت تھا تو اپنے بیٹے کیلئے امتحان میں نمایاں کامیابی کے لئے فضلِ عمر ہسپتال کی یادگاری بیت الذکر میں نوافل ادا کر رہا تھا نوافل کے دوران

دعا کرتے کرتے پگھل رہا تھا اور بے اختیار چیخیں نکل رہی تھیں درد اور سوز میں ڈوبا ہوا تھا کسی نے آوازیں دینی شروع کیں کہ کہ پیارے! نہ اتنی گریہ زاری کرو بس کرو اللہ تعالیٰ مقصد میں کامیاب کرے گا۔ بند دعا عاجز نے جلدی سے دعا ختم کر دی اور سجدہ سے اٹھ کر سلام پھیر دیا۔ دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر گیا۔ آج ٹھیک بارہ سال بعد جب اپنی آنکھوں سے ڈی ایس پی چنیوٹ کے والد کا اپریشن ہوتے ہوئے اپنے بیٹے کے ہاتھوں دیکھا تو ایک طرف اس دعا کی قبولیت کا نشان دیکھا تو لذتِ روحانی سے کسی اور جہاں میں گم ہو گیا۔ اور دل اللہ تعالیٰ کے شکر سے بھر گیا۔ اے! کاش کہ میرے سب بھائی ان عظیم دعاؤں کی لذت سے بہرہ ور ہوں۔

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

ایک دیرینہ خواہش قبولیت دعا

آج سے تقریباً ۱۲ سال پیشتر ۱۹۷۷ء میں یہ عاجز البیت المبارک ربوہ میں معتکف تھا۔ جہاں دوسری دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتا رہا وہاں دو دعاؤں کی خوب رٹ لگائی۔ (۱) میرے بیٹے کو ڈاکٹری میں داخلہ کیلئے اعلیٰ نمبروں کی اطلاع فرما۔ اس وقت بیٹا ایف ایس سی کی تیاری کر رہا تھا۔ (۲) اپنے فضل سے کر دے بیکار نہ رہنے دے۔ ان باتوں کی میں نے بزرگوار محترم ڈاکٹر محمد شفیع صاحب کی خدمت

میں بھی اطلاع کر دی تھی۔ جب اعتکاف ختم ہو تو نمازِ عید سے فارغ ہونے کے
بعد دونوں باپ بیٹا حضرت ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا
کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ اپ کے لڑکے کے سات سو نمبر
ہونگے جبکہ نمبر ۶۹۸ آئے۔ کار کے متعلق مجھے یقین تھا کہ ضرور ملے گی آخر نومبر
۱۹۸۶ء میں اس خواہش کی بھی اللہ تعالیٰ نے تکمیل فرمادی اس سے پہلے بہت
کوشش کی لیکن حالات نے اجازت نہ دی کہ ہم کار خرید سکیں۔ لطف کی بات یہ
ہے کہ جب کار کیلئے دعا کر رہا تھا رقم تو کجا گھر میں کار کھڑی کرنے کیلئے جگہ تک نہ
تھی۔ گھر کا دروازہ اتنا چھوٹا تھا کہ وہاں سے کار صحن میں لے جانی اس طرح تھی
جیسے کوزے میں دریا ڈالنا ہو اگر گھر کے صحن کے اندر کار آبھی جاتی تو صحن استعمال
کرنے کے لئے نہیں بچتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی کچھ اور ہی منظور تھا کہ کار دوں لیکن پہلے
کار سنبھالنے کیلئے جگہ دے دوں اور پھر کار تو کوٹھی میں ہی سجتی ہے اللہ تعالیٰ نے
اپنا فضل فرمایا اور ربوہ کی سر زمین میں پہلے اللہ تعالیٰ نے کوٹھی کیلئے زمین دی۔ پھر
کوٹھی بنانے کیلئے رقم دی اور پھر بنانے کی توفیق بخشی پھر اللہ تعالیٰ نے اسکی
خوبصورتی کو نوازا۔ ۳۰ نومبر ۱۹۸۶ء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ایک
خوبصورت کار عطا فرمائی جو ہمارے گھر کی زینت بن گئی جب میرا بیٹا ڈاکٹر رشید محمد
راشد اپنی بیگم میرے پوتے اور پوتی کو سیر کروانے کے بعد کار گھر لاتا ہے تو میری

روح اللہ اکبر کے گیت گاتی ہے اور اسکے سامنے سجدہ ریز ہو جاتی ہے اور کہتا ہوں

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

پس دل یہی چاہتا ہے کہ میں سجدہ ریز ہو کر خدا کا شکر ادا کر رہا ہوں اور میری روح
قفسِ عنصری سے پرواز کر رہی ہو اور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جائے گی۔

محمود عمر میری کٹ جائے کاش یوں ہی
ہو روح میری سجدہ میں سامنے خدا ہو

پوتی پوتے کی ولادت

بیٹے کی شادی کے بعد اکثر دعائیں کیا کرتا کہ اے اللہ تعالیٰ اب تو نے اتنی کھلی جگہ
عطا فرمائی ہے تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ تو جانتا ہے کہ ہم یہاں بہت تھوڑے افراد
ہیں کوئی گھر سے چلا جائے تو گھر میں بے رونقی رہتی ہے اب اس جگہ کو تو اپنی
برکتوں سے بھر دے۔ جسطرح تو نے اس جگہ کو زینت بخشی ہے اسکی آبادی میں
بھی برکت بخش۔ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۸۸ء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلوں سے
خوبصورت پوتی سے نوازا بہت ہی پیاری بیٹی ہے۔ جب فون پر میرے بیٹے نے
اطلاع دی کہ ابا جان بیٹی ہوئی ہے تو میں وہیں صحن میں سجدہ ریز ہو گیا اور
خداوند کریم کا شکر ادا کیا کہ اے اللہ یہ ہزاروں بیٹوں سے بڑھ کر ہے خوشی سے

جھومنے لگا کہ میں دادا بن گیا ہوں۔ میری نسل چل پڑی ہے۔

دوسری بہت بڑی خوشی

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے مورخہ ۱۵، ۱۶ فروری ۱۹۸۷ء کی درمیانی شب کو فیصل آباد کے سول ہسپتال میں میرے پیارے بیٹے کو اپنے خاص احسانوں اور حضور ایداللہ تعالیٰ کی دعاؤں کے طفیل ننھے منے بیٹے سے نوازا۔ میرے بیٹے نے بتایا کہ جب اسکی اہلیہ منصورہ فرحت کو نرسیں ولادت والے کمرے میں لے گئیں اور میں واپس رہائش والے کمرے میں آیا تو دیکھا محترم چوہدری شبیر احمد صاحب مع بیگم سجدہ میں گرے ہوئے تھے اب میں اسی انتظار میں تھا کہ یہ سجدہ سے اٹھیں اور میں انہیں خوشخبری سناؤں اللہ اللہ یہ کیا خوش قسمت بچہ ہے جسکی پیدائش کے وقت اسکے بزرگ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز تھے اس بچہ کو ایسی برکتوں سے نوازا گیا کہ پیدائش سے پہلے ہی والدین نے وقف کر دیا۔ صبح ۱۶ فروری کو فیصل آباد سول ہسپتال میں گیا تو باہر ہی بیٹے سے ملاقات ہو گئی گلے لگایا بیٹے کو مبارک باد دی بظاہر میں کھڑا تھا اور میری روح اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز تھی میں پوتے والا ہو گیا بیٹے کو فرطِ محبت سے چوما پیار کیا بس خوشیوں کے پہاڑ مل گئے۔

لیلۃ القدر کی دعا کا ظہور

۱۹۷۳ء کے اعتکاف لیلۃ القدر میں یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے ایک لڑکا اور عطا فرما۔ اور ایک بیٹی بھی عطا فرما۔ اب میں انتظار کرتا کہ کس طرح یہ دعا پوری ہو گی۔ جب میری دوسری شادی ہوئی تو میری بیوی جوان تھی ہر طرح صحت ٹھیک۔ میں نے سمجھا کہ شاید اس سے لڑکا لڑکی ہوں۔ لیکن کوئی اولاد نہ ہوئی تاہم لیلۃ القدر والی دعا کی قبولیت یوں ظاہر ہوئی کہ میری زندگی میں مجھے اللہ تعالیٰ نے پوتی اور پوتے سے نوازا میں نے ان دونوں کی بہت خوشیاں منائیں دوستوں کی دعوتیں کیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کے گیت گائے۔ میرے اس پوتے کی پیدائش کی خوشی میں مکرم برادرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اول نے شکرانے کی نظم لکھی جو حسب ذیل ہے۔

دعائیہ نظم

مبارک صد مبارک ہو کہ نورِ آفتاب آیا
مری دختر کے گھر میں آسماں سے ماہتاب آیا

اٹھاسی سن کا ماہ فروری تاریخ پندرھویں
خدا کی بارہ گاہ سے جب دعاؤں کا جواب آیا

رشید ابنِ مجاہد اور امِ سعدیہ خوش ہیں
کہ ان کے باغ میں رنگ بہاراں بے حساب آیا

ہوئی بیت الشفا سے واپسی جب ربوہ کو
تو اک پیارا سا بھیا سعدیہ کے ہمرکاب آیا

ہر اک طاہر گلستان مجاہد میں سے نغمہ خواں
چمن میں تیرا یہ تیرا گل ہر طرف سے کامیاب آیا

میرے محبوب آقا کی دعائیں عرش پر پہنچیں
تو ہم ناچیز بندوں کو یہ تحفہ لاجواب آیا

میری دختر کا یہ نورِ نظر اور سعدیہ رفعت
یہ جب سے آئے ہیں ترا کرم بھی بے حساب آیا

الٰہی عمر و صحت سے نوازا ان دونوں بچونکو
چمن میں اسطرح مہکیں جسطرح سو گلاب آیا

برائے خدمتِ دین زندگی کو وقف یہ رکھیں
جہاں دیکھے کہ ان کی خدمتوں اسے انقلاب آیا

ادا کرنا خدا کے شکر کا حق امرِ مشکل ہے
اگر شبیر آیا ہے تو بس بہرِ ثواب ......آیا

جلسہ سالانہ لنڈن ۸۸ء میں شمولیت

۱۹۸۸ء شروع سے ہی میں نے جلسہ سالانہ لنڈن کے لئے پروگرام بنایا ہوا تھا۔ پاکستان کے لحاظ سے سخت گرمی کے دنوں میں جانا پڑتا ہے اس لئے بہت گھبراہٹ بھی ہوتی رہی کیونکہ میں بلڈ پریشر کا مریض بھی ہوں اور کسی وقت بھی تکلیف ہو سکتی ہے۔ بعض دفعہ حالت تشویشناک بھی ہو جایا کرتی ہے تاہم فیصلہ یہ کیا کہ ضرور جانا ہے۔ زندگی موت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ موت نہ گھر چھوڑتی ہے نہ باہر۔ ضروری تدابیر سوچیں اور پختہ ارادہ کر لیا۔ پاسپورٹ تو تین ماہ قبل ہی بنوالیا تھا۔ اسلام آباد سے لندن کا ویزہ بھی مل گیا۔ لندن سفر سے پیشتر اچانک بیوی کی حالت خراب ہو گئی۔ ضعف کے دورے شروع ہو گئے بے ہوشی تک نوبت پہنچ چکی تھی متعدد بار ڈاکٹر کو بلایا گیا لیکن طبیعت سنبھلنے میں نہ آئی تو میں نے ایک دن بڑے الحاح اور دردِ دل سے دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ تو نے پہلے ہی خواب میں بتایا تھا کہ سفر پر جانا ہو گا اب یہ روک تو ہی ختم کرنے والا ہے اگر جلسہ لندن کے بعد شفا ہوئی تو کیا فائدہ۔ جلسہ سے رک جاؤں گا جانے کے دن قریب آ رہے ہیں معجزانہ شفا دے تا جلسہ پر جا سکوں دعا کرتا رہا۔ اور صدقہ بھی دیا۔ اللہ پر توکل کرتے ہوئے ہوائی جہاز کے ٹکٹ کے لئے بھی رقم دے دی۔ لیکن ایک طرف بیوی کو یہ بھی کہہ دیا کہ اگر تمہاری صحت ٹھیک نہ ہوئی تو ہرگز نہ جاؤں گا۔ ٹکٹ

بھی آگیا اور آناً فاناً تیاری کا پروگرام بن گیا۔ ۱۴ جولائی کو ٹکٹ ملا اور میرے ساتھیوں
نے ۱۵ جولائی کو ربوہ سے بذریعہ چناب ایکسپریس کراچی جانے کا پروگرام بنایا
کیونکہ ہم نے ۱۷ جولائی کو کراچی ائرپورٹ سے لندن کیلئے روانہ ہونا تھا۔ جب
میں گھر آیا تو پروگرام بتایا کہ ۱۵ جولائی کو روانہ ہونا ہے تو کیوں نہ کچھ دوستوں کو بلا
کر بغرض دعا چائے پر مدعو کیا جائے۔ اللہ کی شان کہ جب چائے پر مہمان آئے تو
بیوی کی صحت اس طرح بحال ہونے لگی کہ مہمانوں کو خود اپنے ہاتھ سے تیار
کر کے پلائی اور جلسہ پر جانے کی خوشی اجازت دے دی۔ مورخہ ۱۵ جولائی کو صبح
نوافل ادا کرنے کے بعد بیت الاحد میں نمازِ فجر ادا کی اور سفر کی تیاری مکمل کرلی
عزیز و اقارب سے ملاقات کے بعد ساڑھے دس بجے بذریعہ سپر ایکسپریس کراچی
کیلئے روانہ ہوئے۔ میرے ہمراہ چوہدری مظفر اللہ صاحب اور انکے بھتیجے جو انہیں
جہاز تک الوداع کرنے جا رہے تھے۔ ہم سب دعائیں کرتے ہوئے اگلے دن
مورخہ ۱۶ جولائی کو کراچی ۱۰ بجے پہنچ گئے۔ وہاں سے احمدیہ گیسٹ ہاؤس فون
کر کے راستہ معلوم کیا اور بذریعہ ٹیکسی ۱۱ بجے تک گیسٹ ہاؤس پہنچ گئے۔

احمدیہ گیسٹ ہاؤس کراچی میں قیام

احمدیہ گیسٹ ہاؤس نہایت خوبصورت اور وسیع عمارت ہے گراسی پلاٹ اور پھولوں
کی کیاریاں عمارت کے حسن کو دوبالا کرتی ہیں مہمانوں کے آرام و سکون کیلئے

حتی المقدور تمام راحت کے سامان میسر ہیں۔ خدام اور ٹرانسپورٹ مسافروں کے
لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ کاغذات دیکھنے ان کو مکمل کرانا سفر کی دیگر ہدایات
سے نوازنا ائرپورٹ پر لے جانا اور لے آنا بلکہ لندن جلسہ سالانہ پر جانے والے
مہمانوں کی سہولت کیلئے محترم امیر جماعت کراچی اور دیگر عہدیداران جس خوش
اسلوبی سے اپنے فرائض کو نبھاتے قابلِ تعریف ہے۔ دل کی گہرائیوں سے ان
سب کیلئے دعائیں نکلتی ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔
ایک دن مکمل آرام کے بعد ہمارے ٹکٹ کے مطابق گیسٹ ہاؤس کی انتظامیہ نے
بذریعہ گاڑی ہم پانچ دوستوں کو ائرپورٹ تک پہنچایا ہمارا اسامان بک کروا کر دعائیں
کرتے ہوئے الوداع کیا ٹھیک تین بجے کراچی سے ہمارا گلف ائر کا جہاز لندن کیلئے
پرواز کرنے لگا۔ عجیب اتفاق ہے کہ عین اس وقت جب کہ میں مصروفِ تحریر
ہوں پنکھے کی ہوا سے میرا زیر قلم ورق چار پانچ سیکنڈ کیلئے پرواز کر گیا۔ ہاں تو جب
کراچی سے ہمارا طیارہ پرواز کرتے ہوئے آسمان کی طرف اٹھنے لگا تو جہاز کی
انتظامیہ کی طرف سے بیلٹ وغیرہ باندھنے کی ہدایات ملیں یہ میری زندگی میں
پہلی اڑان تھی اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر سے مجھے تو ایسا لگا جیسے میں کسی اور دنیا میں
ہوں اور کل کو ہم اپنے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے قدموں میں ہوں گے۔ انشا اللہ۔
رات کچھ وقت مسقط میں قیام کے بعد کئی سمندر اور کئی ممالک سے عبور کرتے

ہوئے رات گذری اور صبح ہو رہی تھی گھڑیوں کے ٹائم مختلف تھے اندازہ سے نماز اور نوافل ادا کیئے۔

لندن میں وارد

نمازوں وغیرہ سے فراغت کے بعد کبھی کبھی اپنے دستوں سے سلام دعا ہو جاتی۔ طیارہ والوں کی طرف سے پر تکلف ناشتہ ملا۔ گو ابھی لندن شہر ہزاروں میل دور تھا لیکن خوشی سے پھولے نہ سماتے ابھی کچھ دیر تک امام جماعت کے شہر میں ہونگے۔ مختلف ممالک کے مناظر دیکھتے ہوئے ۱۰ بجے کے قریب ہم ائر پورٹ لندن میں وارد ہو رہے تھے۔ جہاز کی رفتار بھی آہستہ تھی۔ دس پندرہ میل کا نظارہ ائر پورٹ لندن کا عجیب تھا۔ حیرت انگیز عمارتیں گراسی پلاٹ، خوبصورت پودے جنت کا سماں پیش کر رہے تھے۔ عین وقت پر دس بجے صبح طیارہ کھڑا ہو گیا اور ہمیں اترنے کا حکم ملا۔ کئی اطراف سے گذرتے ہوئے ڈیوٹی پر متعین افسران کو کاغذات دکھاتے ہوئے اپنا سامان لے کر ائر پورٹ سے باہر آ گئے۔ ہمارے افریقن احمدی دوستوں نے جماعت کے عہدے داران کو فون کیا اور گاڑی فوراً ہمیں لینے آ گئی۔ گیارہ بجے کے قریب ہم اسلام آباد پہنچ گئے سینکڑوں کی تعداد میں موجود احباب جماعت سے ملاقات ہوئی ہر ایک کو اسکی رہائش کی جگہ بتائی گئی بستر لگانے کے بعد لنگر سے کھانا کھایا کچھ آرام کے بعد نمازِ ظہر ادا کی پھر اسلام آباد کی سیر

کی جلسہ سالانہ کے انتظامات دیکھ کر آنکھیں سرور سے بھر گئیں خوشی سے روح جھومنے لگی۔ رات آرام کیا صبح نمازوں سے فارغ ہو کر ناشتہ کیا۔ بیت الفضل لنڈن میں جانے کا پروگرام بنایا متعلقہ دوستوں سے مل کر سیٹ بک کروائی۔

بیت الفضل لندن کی زیارت اور امامِ جماعت سے ملاقات

مورخہ ۱۹ جولائی ۸۸ء کو ۹ بجے صبح کارکنان کی گاڑی بیت الفضل لندن کیلئے روانہ ہوئی۔ اسلام آباد سے تقریباً ۴۰ کلو میٹر کا فاصلہ ہے وہیں پیارے امام الرابع رہائش پذیر ہیں۔ تقریباً ۱۰ بجے تک گاڑی وہاں پہنچ گئی۔ کارکنان اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر چلے گئے۔ خاکسار بیت الفضل کی زیارت نیز ارد گرد کے علاقہ سے کافی حد تک واقف ہوا جلسہ سالانہ کے دفاتر اور منتظمین کے کاموں کو دیکھ کر سرور حاصل کرتا رہا۔ امام جماعت کی زیارت کے لئے روح تڑپ رہی تھی اسی اثناء میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ پہلی صف میں بیٹھنے کا موقعہ مل گیا۔ انتظارِ امام ہمام کی ہو رہی تھی پیچھے کے دروازے سے حضور تشریف لائے یک لخت نورانی چہرہ بجلی کی رو کی طرح نمودار ہوا السلام علیکم ورحمتہ اللہ کی صدا کانوں میں گونجی پل بھر میں حضور محراب میں تشریف فرما ہوئے۔ تکبیر ہوئی نماز شروع ہوئی سلام کے بعد حضور پھر بجلی کی رو کی طرح پیچھے کو آئے سب دوستوں کو نورانی چہرہ کی زیارت کراتے ہوئے دروازے کی طرف سے اپنی رہائش گاہ میں تشریف لے گئے یہ عاجز دیر تک

محو حیرت رہا کہ اے مجاہد کیا یہ سچ ہے! تو نے امامِ وقت کو اقتداد میں نماز پڑھی ہے۔ یا خواب میں ہے۔ بمشکل یقین آیا کہ آج پانچ سال بعد حضور کے قدموں میں ہوں۔ ملاقات کیلئے اعلان ہوا بندہ نے بھی ملاقاتیوں میں نام درج کرادیا۔

حضور سے ملاقات

جب کمرہ میں داخل ہو تو ایک چھوٹے سے میز کے پاس امام کرسی پر رونق افروز تھے سلام کیا معانقہ کیا روح وجد میں تھی جذبات سے آنکھوں میں نمی آگئی۔ کچھ عرضداشت حضور کی خدمت پیش کیں دعا کی درخواست کی اور ایک اپنی خواب سنائی۔ جس میں حضور یداللہ کا ذکر تھا۔ حضور بہت خوش ہوئے اور فرمایا اسکی تعبیر یہ ہے کہ آپ یہاں آگئے اور میرے پاس بیٹھے ہیں۔ کچھ تحفہ جات حضور کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی حضور نے ازراہِ شفقت قبول فرمالئے۔ ایک لمبے عرصے کے بعد بابرکت وجود سے بالمشافہ گفتگو سے خاکسار کو نوازا گیا۔ شام کو اسلام آباد واپسی ہوئی۔ نماز اور کھانے سے فارغ ہو کر دوستوں سے ملاقات ہوتی رہیں آج ہمیں خیموں میں منتقل کر دیا رات ۱۲ بجے سوئے اور صبح ۴ بجے بیدار ہوئے بعد ازاں نوافل نمازِ فجر باجماعت ادا کی۔ ۲۰ جولائی کی صبح پر بذریعہ گاڑی کارکنان بیت الفضل لندن میں گیا تفصیل سے دفاتر وغیرہ دیکھے ظہر وعصر کی نمازیں حضور کی اقتداء میں پڑھنے کا موقع ملا روح کو تسکین ملی تو شام کو

دوستوں کیساتھ حسبِ معمول اسلام آباد آگیا۔ آج کچھ اور دوست پاکستانی اور دوسرے ممالک سے آگئے تھے۔ رات بارہ بجے تک خوب چہل پہل رہی صبح اسلام آباد کا حدود اربعہ اور رہائش گاہوں کی تفصیل معلوم کی پتہ چلا کہ یہ رقبہ ۲۸ ا ایکڑ کے قریب ہے ۱۳ بڑی بڑی بیر کیں ہیں جو سب لکڑی کی بنی ہوئی ہیں۔ ایک میں تحریک جدید کے تحت قرآنِ مجید کے تراجم اور مبلغین کی مساعی پر مشتمل تصویری نمائش کا اہتمام تھا۔ نئی شائع شدہ کتب انگریزی اردو میں ان کی اچھی خاصی نمائش کا اہتمام تھا۔ دو بیر کوں میں مہمان خانہ ایک میں بہت بڑا پریس "الرقیم" کام کررہا ہے۔ ایک میں روٹی پلانٹ ہے ایک بیعت الحمد کے طور پر استعمال ہو رہا ہے اور حضور ایداللہ کے لئے گیسٹ ہاؤس ہے آج حضور بھی یہاں تشریف لے آئے تھے دوستوں سے ملاقات اور دیگر انتظامات کا حضور نے خود معائنہ کیا اور ازراہِ شفقت مہمانوں کو شرف مصافحہ سے نوازا۔ انتظام خدا کے فضل سے برطانیہ کے مطابق تھا۔ اور ہر طرح کی سہولت ہر ایک کو میسر ہے۔ آج تقریباً ۴ بجے کے قریب جب ہم ٹینٹوں بیٹھے تھے تو اچانک معائنہ کیلئے حضور ایداللہ تشریف لے آئے ہماری خوش قسمتی کہ حضور نے ہم سے مصافحہ فرمایا اور بعض دوستوں سے گفتگو کی خیریت دریافت کی اس طرح دوسرے خیموں اور بیر کوں کا حضور نے معائنہ کیا اور مہمانوں کی سہولت کا جائزہ لیا آج سارا دن کافی رونق رہی

نئے نئے مہمان بھی آتے رہے اور ایک دوسرے سے مل کر روحانی خوشی حاصل
کرتے رہے حسبِ معمول کھانے اور نماز سے فارغ ہو کر آرام کیا۔ ۲۲ جولائی صبح
اٹھے نماز سے فارغ ہو کر کچھ سیر کی آٹھ بجے ناشتہ کیا اور نئے کپڑے پہن کر
جلسہ گاہ پر گئے۔ ساڑھے نو بجے حضور ایداللہ تعالیٰ کی آمد پر جلسہ سالانہ کی کارروائی
کاآغاز ہوا۔

افتتاح جلسہ سالانہ لندن ۱۹۸۸ء

اس وقت کیا ہی بابرکت سماں تھا تلاوت اور نظم کے بعد حضور افتتاحی تقریر فرما
رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی انسانوں کے علاوہ جھوم رہے تھے ربوہ کے
جلسہ کا منظر آنکھوں کے سامنے آگیا شکرو محبت کے آنسو بہنے لگے اللہ تعالیٰ یہ
خواب ہے یا حقیقت کہ میں انگلستان کی سرزمین پر حضور ایداللہ تعالیٰ کی تقریر
کے دوران جلسہ گاہ میں ہوں۔ ہاں ہاں ضرور درست ہے۔ یہ ہی سچائی کا نشان
ہے۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا تھا کہ چھوٹے بڑے کئے جائیں گے کہ ایک
عاجز انسان اور میرے جیسے سینکڑوں میرے بھائی اس پیشگوئی کا مصداق بنے
ہوئے تھے۔ حضور کی افتتاحی تقریر کے دوران کئی بار نعرہ ہائے تکبیر۔ احمدیت
زندہ باد اور دیگر تمام نعرے انتہائی جوش وخروش سے لگائے گئے۔ تقریر اور دعا
کے بعد حضورِ انور واپس تشریف لے گئے بارہ بجے تک مختلف موضوعات پر علماء

کرام اور بعض دوسرے حضرات نے تقاریر کیں اس طرح جلسہ کا پہلا اجلاس
اختتام پذیر ہوا۔ کھانا کھانے کے بعد نماز جمعہ کیلئے جلسہ گاہ میں پہنچ گئے ڈیڑھ بجے
حضور ایداللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ جو نماز کی پابندی پر تھا نماز جمعہ کے
بعد حضور زنانہ جلسہ گاہ میں پہنچ گئے وہاں جو تقریر فرمائی ساری کی ساری مردانہ
جلسہ گاہ میں بھی سنائی گئی۔ تقریباً سات بجے شام جلسہ کی کارروائی ختم ہوئی نماز
مغرب وعشاء حضور ایداللہ تعالیٰ نے جلسہ گاہ میں ہی جمع کر کے پڑھائیں۔ کھانا
وغیرہ سے فارغ ہو کر بارہ بجے کے قریب آرام کیا رات بخیر گذری۔ صبح ساڑھے
تین بجے حضور کی اقتداء میں نمازِ فجر ادا کی کچھ آرام کیا۔ ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو
کر جلسہ گاہ میں حاضری دی دوسرے روز جلسہ گاہ میں پہلے سے زیادہ رونق تھی۔
۱۱۷ ممالک کے جھنڈے لہرا رہے تھے جو علامت تھے کہ اتنے ممالک میں
احمدیت پھیل چکی ہے اور قائم ہو چکی ہے۔ پارک میں کاروں کا سیلاب نظر آرہا تھا۔
سامعین پورے جوش وخروش کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے جلسہ گاہ میں
تشریف لارہے تھے۔ خوبصورت سٹیج اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ سجا ہوا تھا۔ اور
مقرر کو خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ تقریباً دس بجے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔
تلاوت اور نظم کے بعد مختلف موضوعات پر علماء کرام تقریریں کرتے رہے۔
کھانا وغیرہ کا وقفہ گزرنے کے بعد دوسرا اجلاس نماز ظہر اور عصر ادا کرنے کے بعد

شروع ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد حضور ایداللہ تعالیٰ نے جماعت کی ترقی قرآن
کی اشاعت کے موضوع پر تفصیلی تقریر فرمائی درمیان میں کامیابیوں پر باربار
نعرہ ہائے تکبیر گونجتے رہے حضور کی تقریر ساڑھے سات بجے تک جاری رہی نماز
اور کھانے سے فراغت کے بعد دوست ایک دوسرے سے ملاقاتیں کرتے رہے۔
حسبِ معمول ۱۲ بجے شب آرام شروع کیا صبح اٹھ کر نوافل وغیرہ سے فارغ ہو
کر جلسہ گاہ میں حضور ایداللہ تعالیٰ کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی پھر ۱۰ بجے تک
دوست ایک دوسرے سے ملاقات کرتے رہے آج عید قربان کا دن تھا ۱۰ بجے
نمازِ عید حضور ایداللہ تعالیٰ نے جلسہ گاہ میں پڑھائی حضور نے مثالیں دے دے کر
جماعت کو قربانی کرنے کی نصائح فرمائیں آخر ۱۱ بجے پر سوز اجتماعی دعا کرائی اور
سب کو عید مبارک کہا اس طرح احباب کو بہت خوشی ہوئی بعد میں دوست ایک
دوسرے کو عید ملتے رہے اور جلسہ سالانہ کے بازار میں ایک دوسرے کو مٹھائی کی
دعوتیں دیتے اور عید مبارک کہتے اور گلے ملتے رہے۔ مہمان خانہ میں احباب کو پر
تکلف کھانا پیش کیا گیا۔ ۲ بجے ظہر و عصر کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی آج
جلسہ سالانہ کا آخری دن تھا اور آخری نشست۔ حضور کی تقریر سے پہلے درثمین سے
پاکیزہ منظوم کلام کے علاوہ حضور ایداللہ تعالیٰ کی ایک تازہ نظم بھی سنائی گئی جو اسلم
قریشی کی بازیابی سے متعلق ایک عظیم الشان کے تذکرہ پر مشتمل تھی۔

حضور ایداللہ تعالیٰ کی اس روح پرور نظم کے بعد اختتامی خطاب شروع ہوا۔ حضور
انور نے اپنی تقریر میں والدین اور اولاد دونوں سے متعلق قرآن مجید کی روشنی
میں اپنے اپنے حقوق ادا کرنے کے بارہ میں تفصیل سے روشنی ڈالی یہ پر معارف
خطاب تقریباً ساڑھے چار گھنٹے تک جاری رہا۔ آخر میں انگلستان کی جماعت کو
پابندی نماز کے بارہ میں تاکید کی اور ایک لمبی پر سوز دعا کے ساتھ جلسہ کے اختتام
کا اعلان ہوا اور دنیا بھر سے آئے ہوئے عشاق اس روحانی غذا کو روحوں کا حصہ
بناتے ہوئے کیفیت وجد و سرور میں قیام گاہوں میں تشریف لے گئے۔ مورخہ
۲۵ جولائی کو صبح معمول کے کاموں سے فارغ ہو کر احباب اپنے دوستوں اور
عزیزوں سے ملاقاتیں کرتے رہے۔ بعض دوست سیر و تفریح کیلئے لندن شہر اور
بازاروں کی طرف چلے گئے مورخہ ۲۶ جولائی کو صبح حسبِ پروگرام بذریعہ بس
بیت الفضل لندن میں دوستوں کے ہمراہ پہنچ گیا وہاں بھی بعض دوستوں سے
محمود حال میں ملاقاتیں ہوئیں یہاں پر پہلے سے مرتب شدہ پروگرام کے مطابق
جناب فضل احمد صاحب ابنِ محترم جناب چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال
مجھے اپنے ساتھ سیر وغیرہ کرانے کیلئے وسیم احمد صاحب بھٹی کی رہائش گاہ پر
لے گئے جناب بھٹی صاحب بہت ہی مخلص نوجوان تھے اور عزیزم فضل احمد
صاحب کے دوست تھے انہوں نے مہمان نوازی کا خوب حق ادا کیا لندن شہر کی

خوب سیر کرائی خاص طور پر ملکہ کے محل کی۔ ان کی اہلیہ محترمہ نہائت مخلص
خاتون ہیں میری اہلیہ کیلئے عدم تعارف کے باوجود تحائف دیئے۔ ۲۷ جولائی کو
عزیزم فضل احمد صاحب نے مجھے لیڈز شہر پہنچانے کیلئے صبح ۱۰ بجے کوچ پر سوار
کرادیا۔ جب لیڈز پہنچ کر کوچ سے اترا تو میرے استقبال کے لئے ایک دوست
معہ بیگم کار لئے منتظر پائے۔ میرے اترتے ہی انہوں نے مجھے پہچان لیا اور کار میں
بیٹھنے کو کہا۔ ان سے ملاقات ہو جانا بھی ایک معجزہ تھا۔ میں کوچ میں سارے رستہ
پریشان رہا کہ منزل تک کس طرح پہنچوں گا۔ یہ دونوں میاں بیوی میرے جان
سے عزیز بیٹے کے ہم زلف اور سالی تھے۔ یہ مجھے اپنے گھر لے گئے اور سارے
رستے خیریت پوچھتے رہے کہ کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی دوران سفر میری آنکھوں
سے تشکر کے آنسو بہتے رہے۔ ۱۵ منٹ کے بعد ہم تینوں حامد صاحب انکی بیگم
بدرالنساء منزل مقصود پر پہنچ گئے پر تکلف خاطر تواضع کی رات گئے تک باتیں
ہوتی رہیں رات کو تھوڑی دی کیلئے جناب فضل احمد صاحب بھی تشریف لے
آئے۔ صبح مورخہ ۲۸ فروری کو ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر سیر کا پروگرام بنایا گیا۔
مختلف جگہوں کی سیر کی خاص طور پر ایک پارک دیکھا جو رنگارنگ دلفریب پھولوں
اور پودوں کا گھر ہے۔

لیڈز شہر کا مشہور پارک

یہاں ہزاروں قسم کے پھولوں کے پودے پیڑ سبزہ زار اس ترتیب سے سجائے گئے
ہیں خوبصورتی میں شاید دنیا میں اپنی مثال آپ ہوں۔ اربوں روپے اس پارک کے
اخراجات ہوئے ہوں گے۔ آبشاریں سیرگاہیں اور ہر قسم کے نایاب جانور پارک
میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ہزاروں جوڑے عیش و عشرت کیلئے موجود رہتے۔ ایک
بہت ہی لطف کی بات یہ ہے کہ یہاں کوئی ٹکٹ نہیں ہے۔ قدرت کا عجیب سماں
یہاں ہوتا ہے۔ عزیزہ بدرالنساء صاحبہ اور بیگم فضل احمد صاحب اور بچوں نے
خوب تفصیل سے یہ سب منظر دکھائے جو بھولنے والے نہیں ہیں۔ اسی طرح دو
دن عزیزہ بدرالنساء صاحبہ کے پاس ٹھہرنے کے بعد وہاں سے عزیزم فضل احمد
صاحب اپنی رہائش گاہ پر لے گئے۔ ۵ دن انہوں نے مجھے اپنے پاس رکھا۔ مہمان
نوازی کا خوب حق ادا کیا اور اس شہر کی خوب سیر کرائی یہ بھی ایک فرشتہ سیرت
انسان ہیں یہ وہاں پی ایچ ڈی کے طالب علم ہیں،

یہاں ایک بریڈ فورڈ شہر ہے اسکو کپڑے کا شہر کہتے ہیں۔ سب سے زیادہ مسلم آبادی
یہاں ہی ہے وہاں ہماری بہت بڑی جماعت احمدیہ ہے بیت الذکر اور مشن ہاؤس
بھی ہے۔ وہاں کے مشنری انچارج عبدالحفیظ صاحب کھوکر تھے۔ پروگرام بنا کر
مورخہ ۲ اگست کو وہاں گئے۔ بیت الذکر اور مشن ہاؤس کی زیارت کی جو ایک مثالی

جگہ تھی۔ دوستوں سے ملاقاتیں ہوئیں یہاں ایک دوست رشید صادق امینی صاحب ہیں انہوں نے تھوڑے سے وقت میں اپنی کار میں بٹھا کر بہت سے حیرت انگیز مقامات کی سیر کرائی رات کا کھانا کھلا کر جناب فضل احمد صاحب کے گھر لیڈز شہر چھوڑ گئے انہوں نے بہت اخلاص کا مظاہرہ کیا۔

اگلے روز واپس لندن آنے کا پروگرام تھا۔ ۴ اگست کو میری سیٹ پاکستان واپسی کی تھی۔ تقریباً دو بجے دوپہر عزیزم فضل احمد نے مجھے کوچ پر بٹھادیا۔ جو پانچ بجے تک لندن پہنچ گئی جب کوچ کے اڈہ پر پہنچا کچھ پتہ نہ تھا کہ کہاں جانا ہے؟ سامان بھی کافی میرے پاس تھا۔ خدا خدا کر کے ایک سکھ کا وہاں سے گذر ہوا تو ان سے مخاطب ہو کر میں نے کہا کہ سردار جی یہ فون ذرا ملادیجئے انہوں نے فون ملادیا میں سلام کے بعد کہا کہ بھٹی صاحب مجھے آکر لے جایئے۔ تقریباً ۱۵ منٹ بعد عزیزم وسیم احمد صاحب بھٹی میرے پاس آگئے میرا سامان اٹھا کر کار میں رکھا نصف گھنٹہ تک شہر لندن کے عالیشان بازاروں کا نظارہ کراتے ہوئے اپنی رہائش گاہ پر لے آئے۔ رات ان کے پاس آرام سے گذاری۔ بیت الفضل لندن ان کے گھر کے قریب ہی ہے نمازِ فجر جو لندن میں میری آخری نمازِ فجر تھی حضور ایداللہ تعالیٰ کی اقتداء میں ادا کی اور ایک دفعہ پھر حضور ایداللہ تعالیٰ کی زیارت سے نوازا گیا۔ خدا کرے ایسے ہزاروں مواقع نصیب ہو۔ رات دس بجے

میری فلائٹ تھی صبح ناشتہ کے بعد ایک ایسے علاقے کی سیر کی جہاں کافی تعداد میں سکھ آباد ہیں ان کے گوردوارے بھی ہیں بہت طویل و عریض علاقہ ہے جو پنجابی معاشرہ ہی ہے۔ رات کو دوستوں نے ائرپورٹ پہنچایا۔ ٹھیک وقت پر رات دس بجے ہماری فلائٹ کراچی کیلئے روانہ ہوئی راستہ میں مسقط قیام کے بعد دوسری فلائٹ گلف ائر نے دوسرے دن رات دس بجے کراچی ائرپورٹ پر اتار دیا۔ کچھ دیر تک اپنا سامان چیک کرنے میں لگا جب ائرپورٹ سے باہر آیا تو پریشان ہو گیا اب رات کے گیارہ بج چکے ہیں کسی جگہ کا بھی مکمل ایڈریس تو میرے پاس نہیں تھا۔ اتفاق سے ایک دوست کار لئے کھڑے تھے جو اپنے کسی عزیز کو لینے آئے ہوئے تھے۔ جب ان کو علم ہو کہ میں بھی اسی جہاز سے آرہا ہوں تو وہ مجھے جانتے تھے اس لئے وہ میرے بھی انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے فوراً مجھے کار میں بٹھایا اور اپنے گھر عزیز آباد لے آئے وہاں ہمارے منتظر جناب چوہدری صغیر احمد صاحب چیمہ جو میرے دوست تھے اور لندن میں جلسہ پر ہم ایک ہی خیمہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ بہت ہی خوش ہوئے فوراً روٹی چائے بستر وغیرہ کا بندوبست کیا رات آرام سے دعائیں کرتے ہوئے گذری۔

ربوہ واپسی

اگلی صبح کو کراچی میں سارا دن اپنے عزیز واقارب کو ملنے میں گذرا۔ ۷ اگست کو بھی

بعض عزیزوں سے ملنے کے بعد شام آٹھ بجے بذریعہ چناب ایکسپریس کراچی سے
روانہ ہو کر دوسرے دن پانچ بجے شام بخیریت واپس ربوہ پہنچ گیا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ
کا نشان تھا کہ ۱۴ جولائی کو گھر سے چلا اور ۸ اگست کو ۲۴ دن بعد بخیریت وعافیت
ایک طویل سفر کے بعد گھر آگیا۔ میں تو خاص طور پر ہائی بلڈ پریشر کا مریض تھا۔
ہر تیسرے چوتھے دن لازمی دورہ ہو جاتا۔ بعض دفعہ اس قدر شدید کہ ہفتہ ہفتہ
تک علیل رہتا اور تشویشناک حالت ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور کی
دعاؤں سے سارا سفر خیریت سے گذرا اور بیگم صاحبہ جو سخت علیل تھیں خدا کے
فضل سے اس دوران صحت یاب ہو گئیں۔ آج تک روزانہ نماز تہجد میں اللہ تعالیٰ کا
شکر ادا کرتا ہوں کہ اس ناچیز کو بھی جلسہ سالانہ لندن کی برکات سے نوازا اور
حضور کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

کلمہ طیبہ والی انگوٹھی اور جیل

۱۲ دسمبر ۱۹۸۸ء کو یہ عاجز اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ فیصل آباد جا رہا تھا جب بس
چناب کے پل کو عبور کر رہی تھی تو ایک نوجوان مولوی نما جسکا نام تنویر احمد تھا
سرگودھا سے آ رہا تھا کٹر احراری تھا اور احمدیت کا دشمن تھا۔ میری کلمہ طیبہ والی
انگوٹھی کو پکڑا اور کہنے لگا کیا آپ "احمدی ہیں" میں نے ہاں میں جواب دیا تو اس
نے مجھے انگوٹھی اتار دینے کا حکم دیا میں نے کہا میں نہیں اتاروں گا یہ میرا عقیدہ

ہے۔ اس پر وہ مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ کافر کافر کہہ کر گندی گالیاں دینے لگا میں نے بہت
نرمی کی لیکن اس نے چنیوٹ پہنچ کر اپنے ایک اور مددگار کے ساتھ مجھے بس سے
نیچے اتار لیا کھینچا گھسیٹتا اور سخت گندی گالیاں دیتا ہوا ایک جلوس کے ساتھ مجھے
تھانہ چنیوٹ اور پھر ربوہ لے آیا۔ یہاں تھانیدار سے سازباز کی اور مجھے حوالات بند
کرا دیا۔ باقاعدہ پرچہ درج ہوا اور مجھے چنیوٹ جیل بھیج دیا گیا۔

بلالی لطف وسرور

جب نوجوان مولوی اور دیگر لوگ مجھے گھسیٹتے ہوئے تھانے لے جا رہے تھے تو مجھے
اللہ تعالیٰ نے بہت صبر کی توفیق دی میرے جذبات کی کچلنے میں انہوں نے کوئی
کسر نہ اٹھا رکھی تھی اگر میں مقابلہ پر اتر آتا تو قریب تھا کہ وہ لوگ مجھے قتل کر دیتے
لیکن مجھے تو بہت لطف آ رہا تھا اے اللہ میں کس قدر خوش قسمت ہوں کہ بلالی
لطف وسرور سے بہرہ ور کیا جا رہا ہوں آج مجھے کلمے کی وجہ سے ذلیل وخوار کیا جا رہا
ہے۔ جب میں مر جاؤں گا تو یہ کلمہ میرے ساتھ ہو گا اور مجھے دوزخ میں ہرگز نہ
جانے دے گا۔ مجھے ساری عمر کی کمائی کا آج پھل مل گیا۔ میں اس صحابیؓ کی طرح
کہہ رہا تھا اے اللہ مجھے کیا غم ہے میں قتل کیا جا رہا ہوں دائیں گروں یا بائیں گروں
میں تو کامیاب ہو گیا ہوں۔ ایسی برکت والی موت کہاں نصیب ہوتی ہے۔

چنیوٹ جیل کا ذکر

مورخہ ۱۳ دسمبر کو بحکم آر ایم ربوہ مجھے چنیوٹ جیل مقید کر دیا گیا۔ جس کمرہ میں مجھے بھیجا گیا وہاں پہلے تقریباً ۲۸ آدمی تھے وہ سب حیرت سے میری طرف دیکھنے لگے کہ یہ بزرگ کس جرم میں آگیا ہے میں نے سلام کیا اور سب کو مخاطب کر کے بتایا کہ میں کلمہ شریف پڑھنے کے جرم میں یہاں لایا گیا ہوں۔ میں احمدی ہوں اور پکڑا گیا ہوں کہ میں نے کلمہ شریف والی انگوٹھی کیوں پہن رکھی ہے۔ اگر کلمہ چھوڑ دوں تو شدا بھی رہا کر دیا جاؤں۔ بس پھر چار دن رات یہ لوگ میرا درس سنتے رہے بمشکل سونے دیتے ایک پارٹی بہت معزز تھی کھانا اور چائے بھی اپنے پاس سے دیتے اور دعا کی درخواست کرتے میں نے سارے حالات اپنے آقا حضور ایداللہ تعالیٰ کو لکھ دیے اور دعا کی درخواست کر دی کہ اللہ تعالیٰ مجھے استقامت بخشے۔ پانچ دن کے بعد جب میں ضمانت پر رہا ہو کر گھر آرہا تھا تو اڈہ لاریاں ربوہ پہنچے تو بعض دوستوں نے وہیں کار روک لی اور ایسی محبت و پیار سے گلے ملتے رہے۔ مبارکیں دیتے رہے۔ یہ منظر ایسا تھا کہ الفاظ میں بیان ناممکن ہے۔

نصرتِ الٰہی

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خسِ راہ کو اڑاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رکھتے نہیں ہر گز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

(درثمین)

ایک علمی دعوت میں اعزاز

مارچ ۱۹۸۶ء میرے ایک غیر از جماعت دوست مکرم ڈاکٹر عبدالشکور صاحب پرنسپل الفیصل ہومیو پیتھک میڈیکل کالج سرگودھا جو انبالہ مسلم ہائی سکول سرگودھا کے ایڈمنسٹیٹر بھی تھے نے دعوت دی کہ وہ فلاں تاریخ کو اپنے سکول میں قرات اور نعت خوانی کا ایک مقابلہ کروا رہے ہیں سرگودھا شہر کے نامور قاری اور

نعت خواں حضرات شمولیت کر رہے ہیں آپ بھی شامل ہوں اس تقریبِ سعید
کے مہمان خصوصی جناب ڈائریکٹر صاحب تعلیمات سرگودھا ڈویژن تھے۔ ججز
کے فرائض کالجوں کے منتخب پروفیسر صاحبان کے سپرد تھے اس تقریب کی
خاص بات یہ ہے کہ شہر کے آئمہ مساجد اور دینی اور دنیاوی حیثیت کے کافی احباب
مدعو تھے۔ کارروائی شروع ہوئی اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹا کے بعد ڈائریکٹر صاحب
تعلیمات ضروری کام کیلئے رخصت لے کر چلے گئے۔ میں اور میرا ساتھی انتظار
میں تھے کہ اب کون سی شخصیت سٹیج پر آکر صدارت کے فرائض ادا کرتی ہے کہ دو
تین منٹ کے توقف کے بعد سٹیج سیکرٹری نے لاؤڈ سپیکر پر بلند آواز سے اعلان
فرمایا کہ اب اس کارروائی کی صدارت محترم ڈاکٹر سلطان احمد مجاہد صاحب کریں
گے لہذا ان سے درخواست ہے کہ وہ بطور مہمانِ خصوصی سٹیج پر تشریف لاکر
کارروائی کو جاری فرمائیں۔ چند لمحوں کیلئے تو میں ورطہ ء حیرت میں پڑ گیا کہ کوئی
اور سلطان ہوگا۔ لیکن پھر اٹھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوا کرسئ صدارت پر جا بیٹھا
اور پوری کارروائی اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام پائی۔
جب مقابلہ اختتام پذیر ہوا تو بعض احباب نے موقع کی مناسبت سے تقاریر کیں آخر
پر خاکسار نے بھی صدارتی ریمارکس میں چند کلمات کہے اور مقابلہ میں حصہ لینے
والوں کی تعریف کی۔ منتظمین کے حسنِ انتظام کو سراہا اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ بعدہ

تبرکاً حضرت بانیء سلسلہ عالیہ احمدیہ کا منظوم کلام " وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے
نور سارا نیز دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں ......" ترنم سے پڑھ کر سنایا۔
یہ کلام ہی وجد آفرین ہے پھر جو محفل ہی قرآن کے نام پر جمائی جائے اس میں تو
اس کلام کو سن کر بہت سے لوگ وجد میں آگئے۔ بڑے جوشیلے نعرے لگتے رہے
ایک نوجوان مولوی جو بار بار نعرے بلند آواز سے لگا رہا تھا نے دریافت کیا کہ
ڈاکٹر صاحب آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں تو میں نے بے دھڑک کہا کہ ربوہ
سے پھر پوچھا کہ آپ کا مسلک کیا ہے۔ بڑے حوصلے سے بتایا کہ "احمدی" بس یہ کہنا
تھا کہ سارے سناٹا چھا گیا۔ ہم تو دونوں سلام کر کے اور اجازت لے کر واپس آگئے
اور وہ بیٹھے پتہ نہیں کیا سوچتے ہونگے۔ اس ساری تقریب کی خاص بات یہ تھی کہ
ہال پوری طرح جھنڈیوں اور برقی قمقموں سے سجایا ہوا تھا ہال میں جگہ جگہ
قطعات اور بینرز لگائے گئے تھے اور احباب کی حاضری تقریباً تین صد تھی اللہ
تعالیٰ نے معجزانہ طور پر احمدیت کا نشان دکھایا کہ اتنے بڑے غیروں کے مجمع میں
ہمیں اعزاز کے ساتھ پیغام حق پہنچانے کی توفیق ملی اور ہم فتنہ سے بھی محفوظ
رہے۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

بیٹے رشید کو معجزانہ شفاء

مئی ۱۹۸۶ء میں جبکہ میرا بیٹا ڈاکٹر رشید محمد راشد آئی سرجن گنگارام ہسپتال لاہور میں کام کرتا تھا تو اس کے گلے میں "گلٹی" نکل آئی کئی سرجن ڈاکٹروں نے اپریشن کا مشورہ دیا بہت فکر لاحق ہوئی۔ سارا گھر بہت پریشان ہوا اپریشن کو دل نہیں چاہتا تھا۔ القصہ میں نے بچے کو ایک ہومیو پیتھک دوا تیار کر کے دی کہ یہ استعمال کریں اور اپریشن نہ کروائیں۔ بچہ دوا لیکر لاہور چلا گیا۔ بچہ تو لاہور روانہ ہو گیا اور ادھر میں اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرنے لگا کہ اے میرے مولا تو شافی مطلق ہے۔ اس دوائی کو میرے بیٹے کیلئے شفا کا موجب بنا دے۔ بہت دعائیں کیں۔ تین دن بعد فون آیا کہ ابا جان دوائی سے افاقہ ہو رہا ہے۔ الحمد للہ کے ساتھ دعاؤں میں مزید تیزی پیدا کر دی۔ دس دن بعد بیٹا گھر آیا تو "گلٹی" غائب تھی۔ کہنے لگا کہ ہسپتال کے سرجن حیران ہیں کہ یہ تو ایک معجزہ ہے جو بغیر اپریشن کے "گلٹی" جاتی رہی۔

دعا اور دوا

مئی ۱۹۸۵ء میں خاکسار کو دردِ گردہ ہوئی اور نہائت شدید طور پر اسی حالت میں میو ہسپتال لاہور پہنچا۔ بیٹے نے اپنی واقفیت کی بنا پر سرجیکل وارڈ میں داخل

کروادیا۔ ۲۰ دن وہاں نہائت درد اور کرب کی حالت میں رہنا پڑا آخر گھر آ گیا مگر چند دن بعد پھر درد ہو گئی۔ فضلِ عمر ہسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ بہت سوز و گداز سے دعائیں کیں۔ حضور انور کی خدمت میں بھی دعا کیلئے خط لکھا۔ ادھر میرے دل میں خیال آیا کہ اپنے دوست ڈاکٹر اصغر علی صاحب فیصل آباد کو حالات بتا کر دوا منگواؤں انہوں نے ہومیو پیتھک دوا بھجوائی۔ چار پانچ روز بعد اس دوا سے بالکل آرام آ گیا آج تک تادمِ تحریر خدا کے فضل سے اس بیماری سے محفوظ ہوں۔

بیت الاحد کی تعمیر

تین محلوں دارالعلوم۔ دارالبرکات۔ دارالرحمٰن کے سنگم میں رحمٰن کالونی کے کونے پر صدر انجمن احمدیہ کا ڈیڑھ کنال کا ایک پلاٹ خالی پڑا تھا۔ تجویز ہوئی کہ یہاں خانہء خدا کی تعمیر کی جائے۔ لہذا حضورِ انور نے نومبر ۱۹۸۵ء میں بیت الاحد کی تعمیر کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اسی اثناء میں "دارالرحمٰن کالونی" کے الگ حلقہ کے طور پر قیام کی منظوری آ گئی۔ لہذا انتخاب کروایا گیا۔ یہاں ۱۲ گھرانے تھے پہلے انتخاب میں خاکسار سیکرٹری اصلاح و ارشاد منتخب ہوا۔ صدرِ جماعت محمد لطیف صاحب منتخب ہوئے۔ نئے حلقہ نے بیت الاحد کی تعمیر کا کام خاکسار کے سپرد کر دیا۔ ذاتی کوشش اور احباب کے تعاون سے ۲۶ دسمبر ۸۵ء کو بیت الاحد کی تعمیر مکمل ہونے پر بکرا صدقہ کر کے نمازِ تہجد کے ساتھ اس کا

افتتاح عمل میں آیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے
جگہ کا انتظام فرمادیا۔

محترم صوفی خدا بخش عبد زیروی واقفِ زندگی اور تاثیر دعا

محترم حضرت صوفی صاحب بفضلہ تعالیٰ مجسمہ دعا ہیں۔ دن رات دعا میں ہی لگے
رہتے ہیں گویا اللہ میاں کو لوٹتے چلے آرہے ہیں مجھے بھی ان جیسے دوستوں سے مل
کر ہی دعا کا چسکا پڑا۔ دعاؤں ہی کے طفیل ان کی ساری اولاد خدا کے فضل سے ترقی
یافتہ ہے ماشاء اللہ تین لڑکے تین لڑکیاں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں ان کا بڑا لڑکا مکرم
کریم اللہ عبد زیروی پی ایچ ڈی ہے اور امریکہ میں ایک بڑے عہدے پر فائز ہے
اور کینسر کی ریسرچ میں مصروف ہے۔ ان کا ایک پوتا بھی منیب احمد کمپیوٹر کے
مقابلہ میں سارے امریکہ میں اول آچکا ہے اور ایوارڈ یافتہ ہے۔ صوفی صاحب اکثر
دعا کرتے رہتے تھے کہ اے اللہ میری تینوں بیٹیاں مربیانِ سلسلہ سے بیاہی جائیں
اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا اس طرح پوری فرمائی کہ سب سے بڑی لڑکی محترم جناب
محمد اعظم صاحب اکسیر مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے عقد میں آئیں۔ جناب محمد
اعظم اکسیر واقعی اسم با مسمّٰی ہیں۔ آپ ایک جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ
نہایت ہنس مکھ اور دوسروں کے دل موہ لینے میں باکمال انسان ہیں آپ آج کل
نظارت تصنیف صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ سے منسلک ہیں فنِ تحریر میں

زیرک ہونے کی وجہ سے بہت مصروف رہتے ہیں۔ میری اس کتاب کے سلسلہ
میں بھی ان کی معاونت کا خاصہ حصہ ہے۔ اسی طرح دوسری لڑکی جناب حافظ
مظفر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے گھر میں ہے تیسری لڑکی
جناب انوار احمد صاحب مربی سلسلہ کی اہلیہ ہیں۔ مؤخر الذکر دونوں لڑکیاں مختلف
کالجوں میں پروفیسر ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دین کی عظیم الشان خدمت کی توفیق
دے۔

ایک ایمان افروز پیشگوئی

۱۹۵۹ء میں جب میرا بحثیت معلم وقف جدید ربوہ آنا جانا ہوا تو صوفی صاحب
سے اکثر ملنے جایا کرتا تھا آپ صدر انجمن کے دو کچے کمروں میں ریلوے اسٹیشن
کے قریب رہائش رکھتے تھے۔ ڈاکٹر کریم اللہ کے علاوہ سب بچے چھوٹی کلاسوں
میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ میں نے کہا جناب صوفی صاحب ایک دن ایسا آئے گا
کہ میں آپ کی کوٹھی میں آکر بیل دوں گا اور آپ اللہ تعالیٰ کی حمد کے گیت گاتے
ہوئے باہر آئیں گے۔ کچھ عرصہ بعد انکے لڑکے کریم اللہ صاحب نے ایک کوٹھی
نما مکان دار النصر غربی میں خرید دیا فون لگوادیا اور وہاں پر سب گھر والے رہنے
لگے۔ مجھے ایک دن ضروری کام سے جانا پڑا بیل دی تو صوفی صاحب باہر آئے اور
مجھے فوراً کہا کہ آپ کی پیشگوئی پوری ہو گئی ہے۔ بعینہ اسی طرح انہوں نے مجھے بھی

کہا کہ ایک دن آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کوٹھی دے گا۔ اور میں آکر بیل دوں گا۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے کوٹھی دی اور انہوں نے آکر بیل دی میں اندر سے باہر آیا اللہ تعالیٰ کی حمد کے گیت گائے۔

لندن شہر اور ہم دونوں

۱۹۸۸ء کے جلسہ سالانہ لندن میں جانے کی ہم دونوں کو توفیق بخشی۔ ہم دونوں کچے مکان والوں کو اس طرح خدا نے نوازا کہ پہلے اولادوں کو تعلیم یافتہ بنایا پھر کوٹھیاں عطا فرمائیں پھر لندن جیسے عظیم الشان شہر کی سیر بھی اکھٹی کرنے کا موقع میسر آیا وہاں ریل گاڑی جو انڈر گراونڈ چلتی ہے ہم دونوں ایک ڈبہ میں سفر کر رہے تھے گاڑی ایک اسٹیشن پر رکی تو فورا آٹومیٹک دروازے کھل گئے مجھ سے ذرا سستی ہو گئی۔ جب دروازے کے قریب ہوا تو دروازے بند ہو گئے۔ وہاں پر بیٹھے انگریز خوب ہنسے میرا مذاق اڑایا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ حضرت بانیء سلسلہ نے فرمایا تھا کہ چھوٹے بڑے کئے جائینگے یہ غریب امیر ہو جائینگے کبھی وہ دن تھے کہ دعوت الی اللہ کے لئے دیہاتوں کا سفر کرنا پرانا سائیکل راستے میں پنچر ہو جاتا اور پانی بھی نہ ملتا۔ پھر یہ دور کہ لندن جیسے شہر میں کاروں اور اچھی سے اچھی سواری سیر کیلئے میسر تھی۔

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

محترم حضرت صوفی صاحب جن کی عمر اب ۸۰ سال ہے آپ کی بی اے تک تعلیم ہے فرماتے ہیں میں نے آٹھویں کلاس تک کبھی ٹانگے پر سفر نہیں کیا تھا اتنے غریب تھے کہ پیدل چلنا پڑتا تھا آج خدا کے فضل سے ہوائی جہازوں پر سفر کرتے ہیں۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے مرے فلسفیو! زور دعا دیکھو تو

ایک دو نہیں ایسی ہزاروں مثالیں جماعت احمدیہ میں مل سکتی ہیں۔ میرے ایک دعاگو دوست مکرم محمد حسین صاحب سابق خادم البیت المبارک جن کو شاید دو صد روپے ماہوار پنشن ملتی ہے۔ ہر سال جلسہ سالانہ لندن میں جانے کی برکت حاصل کرتے ہیں اور پھر کئی ماہ وہاں سیر کرتے ہیں۔

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

....

چند حسین یادیں

غالبًا ۱۹۶۰ء کا واقعہ ہے جلسہ سالانہ کے بعد معلمین وقف جدید کی تربیتی کلاس جنوری کا سارا مہینہ لگا کرتی تھی۔ اسکے اختتام پر معلمین کو اپنے اپنے سینٹروں میں بھجوایا جاتا تھا۔ ہمارے پہلے انچارج سید منیر احمد صاحب باہری تھے بعد میں موجودہ امام جماعت صاحبزادہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کا تقرر ناظم ارشاد وقف جدید کے طور پر ہوا۔ آپ البیت المبارک میں نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے سلام کیا اور اپنا تعارف کرایا کہ میں معلم وقف جدید ہوں آپ بہت خوش ہوئے ہاتھ پکڑ کر صحن میں لے آئے آپ کا پہلا سوال یہ تھا کہ "آپ کوئی طب جانتے ہیں"۔ ؟ میں عرض کیا معمولی سی تو آپ نے فرمایا ہر معلم کو کوئی نہ کوئی طب ضرور آنی چاہیے۔ بعد میں جب آپ نے باقاعدہ طور پر وقف جدید کا چارج لے لیا تو محترم ڈاکٹر راجہ نذیر احمد صاحب کی خدمات حاصل کیں جو ہمیں بعد نماز عشاء ہومیو پیتھک کا درس دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر عابد حسین ہومیو پیتھک مرحوم آف سرگودھا کی کتب کے سیٹ منگوا کر معلمین میں تقسیم کر دیئے تاکہ جلدی جلدی استفادہ کر سکیں۔ اس طرح اپنے مختصر وقت میں اکثر معلمین کو ہومیو پیتھک علاج معالجہ کے قابل بنا دیا فوری علاج معالجہ کے لئے گولیوں کی شکل میں دوایاں نا کمبینشن تیار کر کے ہر ایک معلم کو ساتھ دے دیتے اور طریق کار بھی سمجھا دیتے۔

اس طرح داعی الی اللہ کے کام میں بہت مدد ملتی ایک معلم جماعت کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ ایک ہاکا پھاکا ڈاکٹر بھی بن جاتا۔ اس طرح ۱۹۶۵ء میں جب گورنمنٹ کی طرف سے باقاعدہ رجسٹریشن کا مسئلہ پیدا ہوا۔ اس طرح خاکسار کے علاوہ کافی معلمین رجسٹرڈ ہومیو ڈاکٹر بن گئے اور بعض نے تو فراغت کے بعد اچھا بھلا ہومیو پیتھی کا کاروبار شروع کر دیا اپنی اولاد کو بھی ہومیو ڈاکٹر بنا دیا۔ جس طرح ڈاکٹر صوفی علی محمد صاحب ڈاکٹر غلام محمد صاحب سابق معلم وقف جدید اور خاکسار وغیرہ۔ فی ڈسپنسری وقف جدید کسی تعارف کی محتاج نہیں جہاں اب ایک سو سے اوپر مریض ہر روز مفت ہومیو ادویات حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح حضور ایداللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت اپنے پاس بیت الفضل لندن میں بھی اپنے ساتھ ایک فری ڈسپنسری وسیع پیمانے پر قائم کر رکھی ہے جس سے جماعت کا کثیر حصہ استفادہ حاصل کر رہا ہے۔ بعض دوست جب حضور کی خدمت میں کسی مریض کیلئے دعا کی درخواست کرتے ہیں تو بعض کو مشورہ اور بعض کو ازراہِ شفقت مشورہ کے ساتھ دوائی بھی روانہ کر دیتے ہیں۔ اب تو حضور ایداللہ تعالیٰ نے افریقہ کے بعض ممالک میں ہومیو پیتھی کالج اور ادویہ تیار کرنے کیلئے ہومیو پیتھک فارمیسیز کے اجراء کا پروگرام بنا رکھا ہے۔ اور عملی طور پر ہومیو ڈاکٹرز اپنی زندگیاں بھی وقف کر رہے ہیں۔

ایک عظیم جذبہ ٔ خدمت خلق

امام جماعت نے شروع شروع میں ناظم ارشاد وقف جدید کا عہدہ سنبھالا تو جماعتوں کی خواہش کے مطابق آپ دورے بھی فرمایا کرتے تھے غالباً ۱۹۶۲ء کا واقعہ ہے حضور حافظ آباد میں ایک روز قیام فرمانے کے بعد دوسرے دن گوجرانوالہ بذریعہ بس سفر کر رہے تھے جبکہ یہ عاجز اس بابرکت وجود کے ہمراہ ایک ہی سیٹ میں بیٹھے تھے خاکسار نے حضور کی اجازت سے چک چٹھہ بیت الذکر احمدیہ کے پاس بس رکوائی دوستوں کو مصافحہ کا شرف حاصل ہوا میری عرض داشت پر میرے بیٹے جسکی عمر اس وقت دو سال ہو گی سر پر دستِ شفقت پھیرا ڈھیروں دعائیں دیں جسکی بدولت یہ واقف زندگی بیٹا آج فضلِ عمر ہسپتال میں بحثیت آئی سپیشلسٹ خدمات سر انجام دے رہا ہے۔ اسکے بعد یہ بابرکت سفر جاری ہوا۔ چند میل آگے ڈاہرانوالی کے مقام پر جا کر بس رکی اور ایک خاتون سوار ہوئی۔ جس کی گود میں سوکڑے کا مریض بچہ تھا۔ ہماری سیٹ کے قریب آکر بیٹھ گئی۔ حضور کی نظر پڑی تو فرمایا بی بی بچے کو سوکڑا پاؤں کی طرف سے ہوا تھا کے سر کی طرف سے۔ خاتون نے بتایا بھائی جی! پاؤں کی طرف سے۔ سفر میں آپ کے پاس ادویات کا بیگ ہمیشہ موجود رہتا۔ آپ نے فوراً مجھ سے بیگ لے کر کافی تعداد میں گولیاں دیکر اس کے حوالے کر دیں اور طریقہ استعمال سمجھا دیا۔ یہ کیسا عظیم جذبہ ٔ

خدمت تھا۔ جس سے آپ دورانِ سفر بھی غافل نہیں ہوئے آپ کی معمولی توجہ سے عظیم بھلا ہو گیا۔ نہ شہرت کی ضرورت نہ فیس کی خواہش نہ دوائی کی قیمت کا خیال بس ایک ہی جذبہ تھا مخلوقِ خدا کا بھلا ہو جائے۔ تھوڑا آگے چل کر میں نے عرض کر ہی دیا میاں صاحب کون سی دوائی دی۔ آپ نے فرمایا "ابراٹینم ۳۰" جو آج تک مجھے یاد ہے۔

ایک نصیحت

ایک دفعہ خاکسار اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ایک ساتھ دورانِ سفر چک چٹھہ سے گذر رہے تھے تو میں نے اپنی بڑائی کے طور پر عرض کیا کہ ایک دفعہ ایک مخالف احمدیت نے مجھے برا بھلا کہا اور حضرت بانیٔ سلسلہ کی شان میں گستاخی کی اس پر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس کی خوب مرمت کی۔ میں یہ سمجھا کہ شاید میاں صاحب خوش ہوں گے کہ ہمارے معلم بہت بہادر ہیں لیکن محترم میاں صاحب نے بجائے خوش ہونے کے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اتنے ناراض ہوئے کہ میں بہت نادم ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ یہ کہتے کہ میں نے اس سے بہت مار کھائی ہے تو میں بہت خوش ہوتا کہ آپ نے احمدیت کی خاطر مار کھا کر برکتوں کے سامان پیدا کر لئے ہیں۔

دوا اور دعا سے شفا

جون ۱۹۸۲ء کے آخری دن تھے خاکسار اپنے بھتیجے محمد یونس کے ہمراہ تقریباً ایک بجے دوپہر گوجرانوالہ شہر سے کچھ ضروری سامان خرید رہا تھا کہ شدت گرمی سے ایک دم نقاہت ہو گئی۔ ٹانگوں میں پسینہ آیا اور جسم ٹھنڈا ہو گیا۔ دل اتنا کمزور ہو گیا کہ بس زندگی کے آخری سانس معلوم ہونے لگے چلنا محال ہو گیا۔ ایک ڈاکٹر کے پاس جاکر کچھ مدد لی افاقہ ہونے پر شام کو خیریت سے چک چٹھہ پہنچ گئے لیکن طبیعت پھر بگڑ گئی۔ دو تین دن گھر میں علاج کیا مکمل شفا نہ ہونے پر ڈاکٹر لطیف احمد قریشی ربوہ کی خدمت جاکر حاضر ہوئے۔ وہ نہ مل سکے۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے میں تکلیف کیوجہ سے کار میں بیٹھا رہا حضور ازراہِ شفقت باہر ہی تشریف لائے خاکسار احتراماً چند قدم آگے چل کر سلام کیا آپ نے ڈسپنسری میں ہی بٹھا لیا اور نبض پر ہاتھ رکھتے ہی فرمایا۔ آپ کو کوئی دل کا مرض نہیں دل آپ کا ٹھیک ہے۔ آپ کو گرمی ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے گھبراہٹ ہے۔ آپ نے فوری طور پر کالی فاس 6x کراٹے گیس Q اور کاربوویج ۳۰ دینے کی ہدایت فرمائی میری آدھی بیماری وہیں ختم ہو گئی جب حضور نے فرمایا کہ آپ کا دل ٹھیک ہے۔ پھر دوا کھانے سے اتنی جلدی شفا ہوئی اور باوجود بلڈ پریشر کا مریض ہونے کے آٹھ سال سے بفضلِ خدا سلامت ہوں کوئی دل کا مرض نہیں ہوا۔ یہ ہے دوا اور دعا کا

اثر اور شفا۔

وقفِ جدید سے فراغت اور دوبارہ موقعہ ء خدمت

جب وقفِ جدید سے فارغ ہو کر کچھ عرصہ بعد میں نے ہومیوپیتھی گولیاں بنانے والی مشین لگائی تو جلد ہی وقفِ جدید کی فری ڈسپنسری کو گولیاں اور ڈالی لوشن اور دیگر ادویہ سپلائی کرنے کے قابل ہو گیا۔ ایک موقعہ پر جب ڈسپنسری میں گولیاں ختم ہو گئیں تو پیارے آقا کی طرف سے مجھے ایک ایسی چٹھی موصول ہوئی کہ یقیناً اگر میں اس چٹھی کو قبر میں بھی ساتھ لے جاؤں تو میری بخشش کا باعث بنے گی۔ چٹھی کا متن حسبِ ذیل ہے۔

۳۰ دسمبر ۸۶ء　　مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مجاہد

امید ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیریت ہونگے۔ آپ کو علم ہے کہ دفتر سے غریب اور نادار لوگوں کو مفت دوائی دی جاتی ہے آپ بھی گاہے بگاہے عطیہ دیتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ لیکن مریضوں کی زیادتی کی وجہ سے دفتر میں گولیوں کا کافی ضرورت ہے۔ آپ ہمیں اصل لاگت پر گولیاں دیا کریں اور مزدوری نہ لیا کریں تو آپ کی طرف سے یہ دفتر کی بڑی خدمت ہو گی۔ آپ واقفِ زندگی ہیں آپ کو یہ قربانی ضرور کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دینی و دنیاوی ترقیات سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ گولیاں ختم

ہیں اس لئے گولیاں دفتر میں جلد پہنچادیں۔

خاکسار

مرزا طاہر احمد

یہ دعائیں اور یہ برکتیں یہ پیار اور یہ حکم اس ہستی کی طرف سے تھا جس نے میری دوروپے کی رقم کو عظیم قربانی سے تشبیہ دی۔ حکم ملتے ہی بندہ عاجز گولیاں لے کر حاضر ہو گیا اور پیش خدمت کر دیں۔ متواتر ۱۳ سال اس خدمت کے صلہ میں اس باری تعالیٰ نے مجھے بے حساب دیا۔ کئی دفعہ اسطرح ہوتا ہے کہ میری جیب میں رقم بغیر گنتی کے ہوا کرتی ہے۔

دوروپے کی حقیر رقم عظیم قربانی بن گئی

غالباً ۱۳ ستمبر ۱۹۵۹ء کو چک چٹھہ پوسٹ آفس سے ڈاک لیکر گھر آرہا تھا تو راستہ میں ہی الفضل کا مطالعہ شروع کر دیا۔ ورق گردانی پر جب "ایک عظیم قربانی" کی سرخی پر نظر پڑی جو ناظم تعلیم وقف جدید کی طرف سے تحریر تھی میں نے پہلے اس مضمون کو پڑھنا شروع کر دیا جب آپ نے فرمایا کہ میں نے وقف جدید کے معلمین کے لئے اشاعتِ لٹریچر کے چندہ کی تحریک کی مضمون کا اصل متن اس اعلان کے بعد بڑے شوق سے منتظر رہا کہ دیکھیں پہلے کون آگے آتا ہے۔ لیکن میرے تعجب کی انتہا نہ رہی جب مجھے ایک معلم وقف جدید کا کارڈ ملا جس میں لکھا

تھا کہ اس تحریک کو پڑھ کر میرا دل پگھل گیا ہے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ مجھے زیادہ کی استطاعت نہیں میرے الاؤنس سے ۲ روپے کٹوا کر اس مد میں جمع کرا دیئے جائیں۔ میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ پہلے وہ اپنے الاؤنس سے جو صرف پچاس روپے ملتا ہے۔ ۱۰ روپے ۸ آنے بحساب چندہ وصیت اور جلسہ سالانہ اسکے علاوہ تحریک جدید وقف جدید میں بھی شامل ہیں۔ میں نے سوچا کہ یہ بھی حضرت مسیح موعود کا عالی شان معجزہ ہے۔ کہ جماعت کے غریب ترین مخلصین بھی مال کی محبت سے غنی ہیں اور اپنی ضرورتوں کو بھی نظر انداز کر کے دین کی راہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور پھر بھی یہ غم انہیں کھائے جارہا ہے کہ خدمت دین کی توفیق نہیں ملی۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور مجھے خیال آیا کہ بظاہر ایک حقیر سی رقم بعض اوقات اپنی عظمت کے لحاظ سے کس قدر وسعت اختیار کر جاتی ہے اور ایک چھوٹی نظر آنے والی قربانی اتنی بلندیوں تک پہنچ جاتی ہے کہ عرش کو چومنے لگتی ہے۔ خدا جانے کتنی بڑی نظر میں ان دو روپے کے سامنے بے حقیقت ہوں اس مضمون کا تعلق چونکہ میرے ساتھ تھا دو روپے کی حقیر رقم عظیم قربانی بن گئی اس عجیب کیفیت سے میری آنکھوں میں آنسو

رواں تھے ہاتھ میں الفضل کا پرچہ تھا اور میں چلتا جارہا تھا ایک غیر از جماعت دوست ملے کیا بات ہے؟ کیوں رو رہے ہو۔ انہیں کچھ نہ بتا سکا۔ شاید یہ کہا کہ یہ اللہ والی بات ہے آپ نہیں سمجھ سکو گے۔ یہ اللہ والے ہی سمجھ سکتے ہیں گھر گیا سب عزیزوں کو اکٹھا کیا سارا واقعہ سنایا اور مزید چندہ کی رقم ناظم تعلیم کی خدمت میں بھجوا دی اور سارا واقعہ بھی لکھ دیا اسکے بعد ناظم صاحب تعلیم کا جواب ان الفاظ میں آیا کہ آپ کا خط ملا پڑھ کر کچھ ملے جلے جذبات شامل ہو گئے اللہ تعالیٰ سب کے اخلاص قبول فرمائے۔

حضور کے اپنے ہاتھوں سے ۳ دسمبر ۱۹۵۹ء کا تحریر کردہ خط میرے پاس موجود ہے جو میرے نام ہے۔ ڈھیروں دعائیں تحریر ہیں۔

حضور نے فرمایا

اب ایک عظیم قربانی کے عنوان کے پڑھنے کے بعد جو بھی رقوم آرہی ہیں ان سب میں آپ برابر ثواب کے حق دار ہیں۔ اللہ اللہ تیری کیا شان ہے اور تو کتنا ذرہ نواز ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشند خدائے بخشندہ

....

ایک عظیم قربانی

روزنامہ الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۵۹ء

(از مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم تعلیم وقف جدید)

تحریک وقف جدید ابھی اپنے ابتدائی دور میں سے گزر رہی ہے اور مالی لحاظ سے تمام جماعتی تحریکات میں سے غریب ترین تحریک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ معلمین کی طرف سے کثرت سے مطالبات موصول ہوتے ہیں کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی پاکیزہ کتب مہیا کی جائیں تاکہ ہم خود بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسروں تک بھی انہیں پہنچائیں مگر دفتر اپنے مالی حالت کو دیکھتے ہوئے نہایت افسوس کے ساتھ ان کی اس خواہش کو پورا کرنے سے معذوری کا اظہار کر دیتا ہے۔ مزید افسوس یہ ہوتا ہے کہ وقف جدید کے معلمین کو خود اتنا قلیل گذارہ ملتا ہے کہ وہ بمشکل زندہ رہ رہے ہیں۔ کجا یہ کہ وہ اس میں سے کچھ رقم پس انداز کر کے خرید کتب پر صرف کر سکیں۔ ان حالات کے پیش نظر میں نے الفضل میں یہ تحریک کی تھی کہ حضور علیہ السلام کے کلام سے محبت رکھنے والے دوست آگے آئیں اور وقف جدید کی مد اشاعت لٹریچر میں عطیہ جات بھجوا کر عند اللہ ماجور ہوں اشاعت لٹریچر وقف جدید کے نام کی ایک مد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں کھلوا دی گئی۔ اس اعلان کے بعد میں بڑے شوق سے منتظر رہا کہ دیکھیں پہلے کون آگے آتا ہے لیکن میرے تعجب کی انتہا نہ رہی جب مجھے وقف جدید کے ایک معلم کا ریکارڈ ملا جس میں لکھا تھا کہ اس تحریک کو پڑھ میرا دل پگھل گیا مگر افسوس ہے کہ مجھے زیادہ کی استطاعت نہیں میرے الاؤنس میں سے دو روپیہ کٹوا کر اس میں جمع کروا دیئے جائیں میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس سے پہلے وہ اپنے الاؤنس میں سے جو صرف پچاس روپے ہے ۱۰ روپے بحساب چندہ وصیت جلسہ سالانہ بھی جمع کروا چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ہو تحریک جدید اور وقف جدید میں بھی شامل ہیں میں نے سوچا کہ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا بھی ایک عالی شان معجزہ ہے کہ جماعت کے غریب ترین مخلصین بھی مال کی محبت سے غنی ہیں اور اپنی بنیادی ضرورتوں کو بھی نظر انداز کر کے دین کی راہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور پھر بھی یہ غم انہیں کھا رہا ہے کہ ابھی انہیں خدمت کی توفیق نہیں ملی۔ ویؤثرون علے انفسہم ولو کانوا بہم خصاصتہ اور مجھے خیال آیا کہ بظاہر ایک حقیر رقم بعض اوقات اپنی عظمت کے لحاظ سے کس قدر وسعت اختیار کر جاتی ہے اور ایک چھوٹی نظر آنے والی قربانی اتنی بلندیوں تک پہنچ جاتی ہے کہ عرش کے پائے چومنے لگتی ہے۔ خدا جانے کتنی بڑی نظر آنے والی قربانیاں خدا کی نظر میں ان دو روپے کے سامنے بے حقیقت ہوں گی۔ وما توفیق الا باللہ

(ناظم تعلیم وقف جدید)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عزیزان رشید و منصورہ کے ہاں ۱۴ صلح ۶۹ ۱۳ / ۱۴ جنوری ۱۹۹۰ء ایک اور بیٹے کی

ولادت باسعادت

ہم عاجزوں پہ کتنا خدا کا کرم ہوا　　انعام ایک اور نئے سال میں ملا

اک تازہ پھول اسطرح جلوہ نما ہوا　　منصورہ و رشید کا گلشن نکھر گیا

نوے کا سن اور چوہدواں دن جنوری کا تھا　　نعمان مثلِ چاند نمودار ہو گیا

سلطان خاندان کی عزت فزوں ہوئی　　جن کو خدا نے دوسرا پوتا عطا کیا

شاہو کی گود چھن گئی لیکن وہ شاد ہے　　ہے سعد یہ بھی خوش کہ اسے بھیا مل گیا

تاریک شب کے بعد بڑے اضطراب میں　　وقت سحر ملا ہمیں پیغام جاں فزا

اس آڑے وقت بن گئے ڈوگر ملائکہ　　ہر فرد اس گھرانے کا راحت رساں ہوا

یعقوب بھائی کا بھی گھرانہ بصد خلوص　　کوشاں مدد کے واسطے صبح مسا رہا

حاصل ہے ہم کو فیض خلافت خوشا نصیب　　جس کے طفیل رہتا ہے اپنا چمن ہرا

شبیرؔ ہم پہ پے بہ پے رحمت کا ہے نزول
ممکن نہیں کہ شکر کا حق ہو سکے ادا

....

برادرم چوہدری مختار احمد صاحب ڈوگر ۔ برادرم مکرم چوہدری محمد یعقوب صاحب
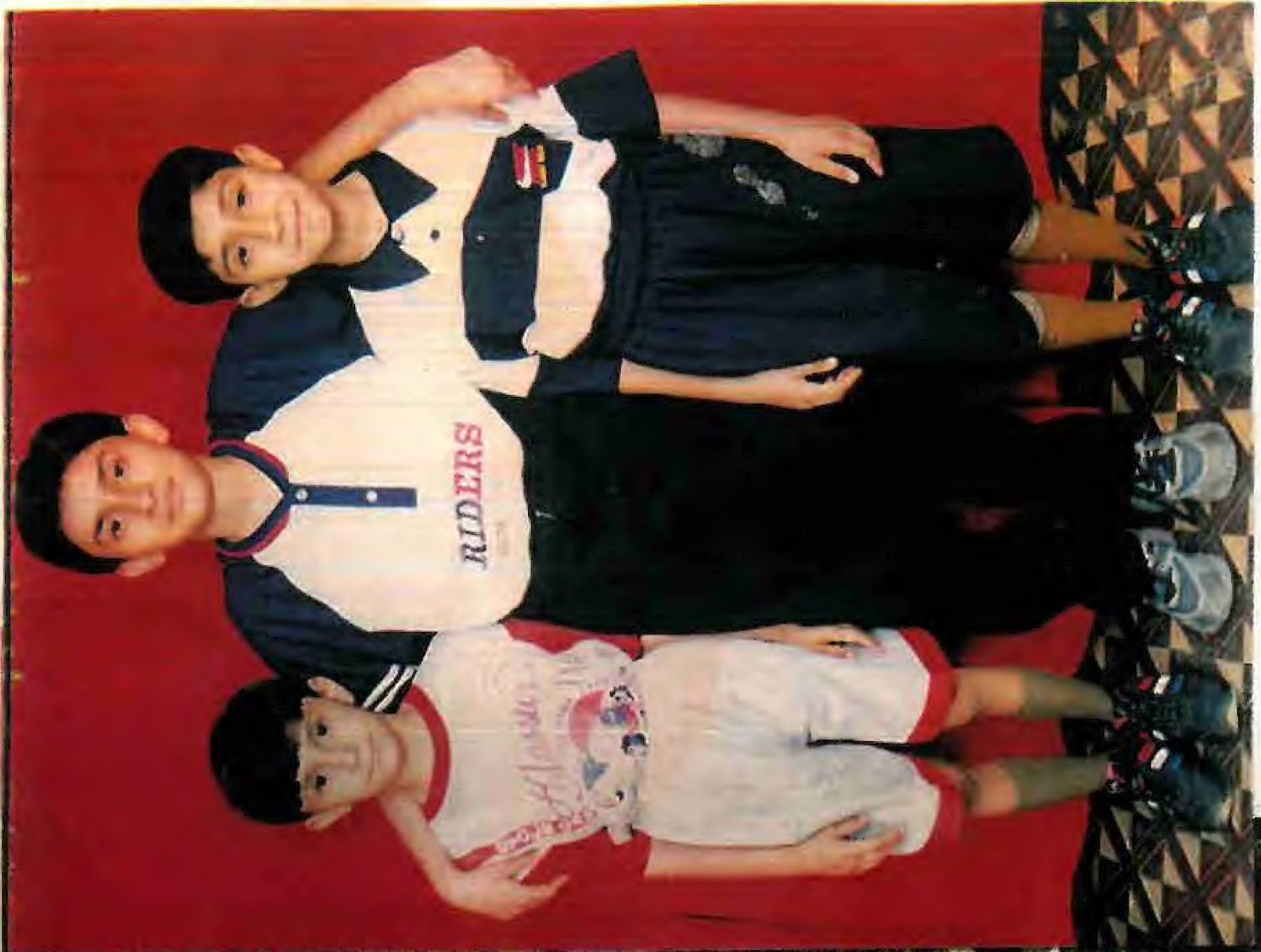
دائیں طرف صوفی سفیر احمد صاحب ابن ڈاکٹر رشید محمد راشد صاحب درمیان میں بدر احمد عرفان وقف نو ابن ڈاکٹر رشید محمد راشد صاحب بائیں طرف رمیض احمد ریحان صاحب ابن راشد

نمبر۲　　ڈاکٹر رشید محمد راشد قادیان بہشتی مقبرہ میں حضرت مسیح موعود کے مزار پر دعا کرتے ہوئے

ایک طویل اور پیچیدہ ابتلا سے نجات

1989ء میں ایک شخص بظاہر ہومیو پیتھک ڈاکٹر مجھ سے ہومیو پیتھک ڈائی لوشن خریدنے آیا۔

مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ یہ لوگوں کو مس یوز کرتا ہے۔ دوائی نہ دینے پر وہ مشتعل ہو کر سخت کلامی پر اتر آیا جس سے مجھے جوابی کارروائی کرنے پر مجبور ہونا پڑا

اس نے مزید بدلا لینے کی خاطر تین طرفہ کارروائیاں شروع کردیں جس سے وہ میرے خلاف کامیاب ہوتا گیا۔

۱) محکمہ انکم ٹیکس سے ساز باز کر کے میرے خلاف درخواست دے کر ساڑھے تین لاکھ روپیہ ٹیکس لگوادیا جس کی ادائیگی میرے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔

۲) محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن جس کا میں لائسنسی تھا جھوٹی اور بے بنیاد درخواست دے کر میری فارمیسی سیل کرادی جس سے میرا تمام کاروبار بند ہو گیا۔

اس شخص نے نظامِ جماعت احمدیہ میں بھی ایک من گھڑت شکائیت لگا کر مجھے سزا دلانے میں کسی حد تک کامیاب ہو گیا اور خود مظلوم بن کر اپنی بریت کے سامان پیدا کرتا رہا۔

خاکسار پر ایک دم سب ابتلا اکھٹے جمع ہو گئے تمام کاروبار بند ہو گیا دوسری طرف انکم ٹیکس کیس زوروں پر تمام ہتھیاروں سے لیس ہو کر اور سراسر بناوٹی اور کاغذی

فار مولے تیار کر کے جس کے ساتھ میرے ایک مخفی مخالف کارکن جو میرے
کاروبار کا دستِ راز تھا کے ساتھ وہ گواہ بن گیا یہ دونوں ساتھی مجھے نہائیت پریشان
اور زیادہ نقصان پہنچانے پر تلے رہے۔ دوسری طرف محکمہ انکم ٹیکس کے افسران
میری ایک نہ سنتے میں ان سب پریشانیوں سے نجات کے لئے صرف ایک ہی راہ
کھلی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا اور استغفار

میری اللہ تعالیٰ نے دعائیں سنیں اور ایک سال کے بعد ڈائریکٹر جنرل لاہور دفتر
ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کے پاس میرا کیس جا پہنچا محکمہ ایکسائز کے مقامی افسران نے
میرے حق میں بیان دیے جس سے میری باعزت بریت ہو گئی۔

دوسری طرف نظامِ جماعت کا دباؤ کم ہو گیا اور مجھے دوبارہ کاروبار کرنے کی اجازت
ہو گئی اور ایکسائز دفتر کے حکم سے سیل کھول دی گئی گو میرا کاروبار پہلے سے کم ہو
گیا تاہم گزارہ چلنے لگا اب تیسری طرف انکم ٹیکس والی بلا موجود تھی جس میں
اپیلوں کا دروازہ کھلا تھا جسکی وجہ سے قلبی سکون حاصل رہا بہر حال تین سال تک
مجھے دوبارہ کام کرنے کا موقع مل گیا۔

انکم ٹیکس سے بریت

انکم ٹیکس والا کیس اتنا خطرناک تھا جس سے مجھے ایک بڑے لمبے امتحان سے گزرنا
پڑا۔ جب چنیوٹ والے انکم ٹیکس آفیسر نے ہماری کوئی نہ سنی تو میں نے فیصل آباد

بڑے افسر کے پاس اپیل کی جس سے کوئی بریت کا نتیجہ نہ نکلا اس کے بعد بڑے
دفتر سرگودھا میں اپیل کی وہاں بھی وہی ڈھاک کے تین پات آخر چھ سات سال کے
بعد لاہور ہائی کورٹ میں اپیل کر دی وہاں ہماری قسمت جاگی اور اللہ تعالیٰ نے
معاف فرمادیا۔

ایک افسر کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈالا کہ یہ سراسر بے بنیاد اور جھوٹا کیس ہے۔
اس نے بری کر دیا۔

پورے آٹھ سال کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے الحمد للہ بری ہوا ایک اور ابتلا جس
میں نظامِ جماعت کی طرف سے سزا ہوئی جسکی اطلاع ملنے پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ
کی خدمت میں فیکس کر دی کہ حضور مجھے نظامِ جماعت کے ہر حکم کی تعمیل کرنا
ہے۔ ازراہِ شفقت عاجز کو معاف فرمایا جائے حضور کی طرف سے جواب موصول
ہوا کہ آپ معافی کے لئے نظامِ جماعت کی معرفت لکھیں اس کے بعد میں نے
حضور کے ارشاد پر نظامِ جماعت کی معرفت معافی کی سفارش کروائی ایک ہفتہ کے
بعد جب میں فضل عمر ہسپتال میں اپنے بیٹے کو ملنے جارہا تھا تو اتفاق سے نظارت کی
طرف سے اطلاع ملی کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ازراہ شفقت معاف فرمادیا
ہے۔ مبارک ہو

اور آپکو بہتر القاب سے نوازہ ہے۔

بس پھر کیا تھا دل نے چاہا کہ وہیں سڑک پر سجدہ ریز ہو جاؤں اور خدا کا شکر ادا کروں لیکن ڈر یہ کہ لوگ مجھے دیوانہ کا خطاب نہ دے دیں مسجد میں یا گھر میں جا کر سجدہ شکر بجالاؤں گا۔

مرہم کا پھایہ

اتنے بڑے کاروبار کے چھوٹنے کا مجھے کوئی غم نہ رہا بس معافی کی اتنی خوشی تھی اگر رات کو فاقے بھی سونا پڑتا تو روحانی خوشی سے دل بھر جاتا اور خوب نیند آتی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے ہر وقت پیش پیش رہتا اب یہ تحریر میرے لئے اور میری آئیندہ نسل کے لئے ایک روحانی خزانہ ہے۔

بہت بڑا اعزاز ہے۔

جو کسی خوش قسمت کو ملتا ہے۔ آج تقریباً دس سال کے بعد میں نے اپنی وفات سے قبل کتبہ لکھنے والے سکند ماربل سٹور یادگار چوک ربوہ کو دے دیا ہے۔

سزا کی معافی کے بعد معاشی حالات

جب خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر دین کو مقدم رکھتے ہوئے کسی دنیاوی کاروبار کو چھوڑا جائے تو کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اس بندہ کو بھوکا مرنے دے لیکن دل صاف ہونا ضروری ہے۔ ہر بناوٹی بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ جیسے

پنجابی کی مثال ہے۔

اُتوں میاں تسبیح تے وچوں میاں کسبی (نہ ہو)

پھر اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح معاملہ کرتا ہے۔

جیسی نیت ویسی مراد

روزگار

۱) گھر میں ہی ایک مختصر سا ہومیو پیتھک کلینک بنا لیا۔ جس سے گزراہ چلنے لگا اور کسی کی محتاجی سے بچ گئے۔ دوسرے اپنے مکان کی بیک سائیڈ میں ایک پوشن زائد تھا جو کرایا پر دے دیا یہ سب آمدنی ملا کر گھر کا گزارہ باآسانی چلنے لگا۔ الحمد للہ

روحانی عزت افزائی

اب پہلے تو کاروبار کرتے وقت اکثر سفر پر رہنا پڑتا اور دینی خدمت کے لئے کم وقت نکلتا جس سے فراغت ہو گئی۔

۲) دوسری طرف عمر بھی تریسٹھ سال تھی اس لئے بھی سفر کرنے مشکل تھے۔ بڑا کاروبار بند ہونے سے یہ سہولت بھی میسر آگئی۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس ابتلا کے بدلا سفر چھوڑا دیئے۔

۳) اللہ تعالیٰ نے عزت افزائی فرماتے ہوئے ایک بڑی جماعت رحمٰن کالونی کے

نگران حلقہ کی ڈیوٹی میرے سپرد کر دی جو دو سال تک مجھے عظیم الشان خدمت
کی توفیق ملی بیت الاحد کی توسیع میں مزید خدمت کا موقع ملا الحمد للہ

۴) علاوہ ازیں ایک لمبے عرصہ تک جماعت رحمٰن کالونی میں سیکرٹری دعوت الی
اللہ کی خدمت کی توفعق پائی جس سے کئی نئے پھل ملے ان انعامات کے ساتھ
پہلے میرے دو پوتے اور ایک پوتی میرے لئے محبت کے پیکر اور خوشیوں کے پہاڑ
لئے ہوئے تھے۔ جب کہ ایک تیسرے پوتے کی خوشخبری بھی دی گئی میں نے
اپنے بیٹے اور بہو کو قبل از وقت بتادیا کہ خدا تعالیٰ آپکو بیٹا (تیسرا) دے گا۔
انشاء اللہ تعالیٰ

خوشخبری

اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی خوشخبری پوری ہوئی۔
۱۴۔ اگست ۱۹۹۲ء کو فضل عمر ہسپتال ربوہ میں تیسرا پوتا پیدا ہو گیا جو اب اللہ
کے فضل سے 1/04/2000 کو تیسری کلاس کا طالب علم ہے۔
بہت محبت اور پیار کرنے والا خوبصورت ذہین اور دین دار بچہ ہے۔ اللہ تعالیٰ عمر
دراز فرمائے۔ آمین
اور والدین کی آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔ اور دین کا خادم بنائے
آمین

معاشی حالات کے بارے میں ایک عظیم الشان الٰہی القا

غالباً ۱۹۹۶ء کا سال تھا کہ ایک عرصہ تک کلینک میں دوائی لینے کے لئے کوئی کم
لوگ آتے کئی روز متواتر خالی اٹھنا پڑتا دعائیں برابر جاری رکھتا ایک دن بروز جمعۃ
المبارک میں بہشتی مقبرہ دعائیں کرنے کے بعد لنگر خانہ میں تبرک کھا کر باہر
نکلا ہی تھا کہ زبان پر اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا القا جاری ہوا مطلب سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ
ایک عالم دوست سے معنی دریافت کئے تو اس نے بتایا کہ قرآن مجید کی فلاں آیت کا
حصہ ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے بندہ کو پالنے میں کافی نہیں ہے۔ میں
خوب سمجھ گیا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے تسلی دے دی ہے۔ پالنے میں ہی کافی
ہوں۔
اور دل خوشیوں سے بھر گیا جب بھی کاروبار میں کمی ہوتی تو یہ آیت یاد کرتے
ہوئے دل کو تسلی ہو جاتی لیکن انسان کمزور ہے کئی مرتبہ پھر ایسا ہوتا رہا کہ سارا
سارا دن خالی گزر جاتا تو جیب کو ٹٹولتا تو اخراجات کے لئے رقم موجود پاتا کبھی ایسا
بھی ہوتا کے جیب خالی ہو جاتی تو یقین سے دل بھر جاتا کہ اب جیب بھرنے کا
وقت ہے۔ ویسا ہی ہوتا کہ اللہ تعالیٰ غیب سے کوئی مریض بھیج دیتا تو جیب رقم سے
بھر جاتی خدا کا شکر ادا کرتا اور رات کی تنہائی میں ان مریضوں کی شفایابی کے لئے
دعائیں مانگنا گویا پیشہ بن گیا۔

کوٹھی کی فروخت کا منصوبہ

۱۹۹۷ء وسط میں پھر کچھ ایسے دن آئے دوائیاں لینے کم لوگ آتے بعض دفعہ بے کاری کی وجہ سے پریشان ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ کا منشا کچھ اور ہی تھا۔

تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہے رازدار (درثمین)

بچی ناجیہ کی شادی عنقریب ہونے والی تھی اس بڑے گھر میں ہم دو میاں بیوی کی رہائش تھی۔ گھر میں پودے اور کچھ بڑے درخت تھے۔ گھر کو صاف رکھنا اور چھ سات کمروں کی صفائی کرنا بہت بڑا مسئلہ تھا ایک دن بیٹے سے مشورہ کیا کہ آپ نے معہ بال بچے اس گھر کو آباد نہیں کرنا تو میرے لئے سنبھالنا مشکل ہے۔ پھر اسے فروخت کر دیا جائے اور اس رقم سے فائدہ اٹھایا جائے جون ۱۹۹۸ء میں ہماری قسمت جاگی تو ایک ضرورت مند سے ہماری کوٹھی کا سودا ہو گیا اور کوٹھی خریدار کے سپرد کر دی۔

کافی سوچ بچار کے بعد میاں بیوی کی رہائش کا مسئلہ تھا کہ اپنا ذاتی مکان بنایا جائے دعاؤں کی برکت سے ایک دن ایک چار مرلہ کا پلاٹ بر لب سڑک لنک روڈ ناصر آباد غربی مل گیا جس پر تعمیر شروع کر دی اور تین ماہ کے عرصہ میں ایک چھوٹا سا گھر اور ساتھ ہومیو کلینک کمرہ تیار ہو گیا اب اس صاف ستھرے مختصر گھر میں میاں بیوی رہائش پذیر ہیں۔ جو ہمارے لئے سکون کا باعث ہے۔ الحمد للہ

جس کو تیری دھن لگی آخر وہ تجھ کو جا ملا
جس کو بے چینی ہے وہ پا گیا آخر قرار

بیٹے کو اس کی خواہش کے مطابق پلاٹ کا ملنا

بیٹے کی دیرینہ خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے دارالصدر ربوہ میں بر لب بڑی سڑک پلاٹ عطا فرمائے جس میں میں بھی عالیشان عمارت بنانے کی توفیق پاؤں اور انتہائی صبر سے کام لیا اب ایک ایسا رستہ کھلا کہ ایک اعلیٰ درجہ کا پلاٹ بر لب سڑک جس کے تینوں طرف آبادی اور عالی شان کوٹھیاں ہیں۔ مناسب قیمت پر مل گیا۔ الحمد للہ

ایک پرانی یاد اور اللہ تعالیٰ کے احسان

۱۹۵۸ء میں محترم صوفی خدا بخش صاحب مرحوم انسپکٹر وقف جدید دورہ پر چک چٹھہ تشریف لائے بندہ عاجز سیکرٹری مال کے عہدہ پر تھا میرا کچا مکان اس وقت تقریباً ساڑھے چار مرلہ تھا دو کچے کوٹھے آپ نے تحریک کی کہ معلمین وقف جدید کے لئے مکانوں کی بھی ضرورت ہے۔ تو میں نے اپنا آدھا مکان وقف کر دیا گو انہوں نے میری کمپرسی کو دیکھ کر میرا ایثار قبول نہ کیا ہاں البتہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں ضرور منظور ہو گیا جس کے بدلہ میں آج یہ سب کچھ مل رہا ہے۔ اس وقت یہ

بچہ چھ ماہ کا تھا آج اس بچہ کو اللہ تعالیٰ نے شاندار پلاٹ عطا فرمایا ہے۔ جو یقیناً اس ایثار کا ہی پھل ہے۔ الحمدللہ

ایک عظیم الشان دنیاوی برکت دل شکر سے بھر گیا

غالباً ۱۹۶۲ء میں جب کہ میں گوجرانوالہ میں دیہاتی جماعتوں کے دورہ پر تھا شدت کی گرمی سیم نالہ کی پٹڑی دوپہر کا وقت سائیکل پر جو پنکچر ہو گیا تھا کافی دور تک کوئی آبادی نہ تھی سائیکل کی ٹیوب نکالی گرد و غبار کی مدد سے پنکچر لگایا۔

رونا آیا کہ اے اللہ تعالیٰ دین کا گھر ویران ہے۔ دنیا کے عالی میں منار تیرے دین کے خادموں کے پاس ٹوٹے پھوٹے سائیکل غیروں کے پاس کاریں اب تو ہی بتا تیرے یہ درویش کہا جائیں اب میں تصور میں کہتا ہوں خدا تعالیٰ نے فرشتوں کو کہا کہ لکھ لو ان کو بھی عالیشان کاریں دونگا ذرا نیکیاں تو اکٹھی کر لیں اللہ تعالیٰ آج جبکہ بوقت تحریر ۱۱/اپریل ۲۰۰۰ء اللہ کے فضل سے بیٹے کے پاس گاڑی ہے۔ جو نئی خریدی ہے۔ الحمدللہ

گولڈ میڈل

بیٹے کی آئی سپشلیسٹ کے ساتھ مزید کامیابی

میرے بیٹے نے جب لاہور میں آئی سپشلیسٹ کا امتحان دیا تو پروفیسر امتحان کے بعد فوراً ہی رزلٹ آؤٹ کر دیتے ہیں رزلٹ کے انتظار میں یہ عاجز بھی وہیں ان کے ہوسٹل میں بیٹھا ہوا تھا آتے ہی سلام ممنون کے بعد کہنے لگا آج میں حضرت علیؓ کے قول کے مطابق کامیاب ہوا مطلب یہ کہ بظاہر میں اس دفعہ فیل ہو گیا ہوں لیکن میں اپنی ناکامیوں کی وجہ سے کامیاب ہوا

یہ حضرت علیؓ کا قول ہے۔

پھر دوسرے سال امتحان مزید مطالعہ کے بعد دونگا۔

اچھے نمبروں میں کامیاب ہوں گا انشاء اللہ ایسا ہی ہوا کہ دوسرے سال امتحان دیا تو دو ہی لڑکے پاس ہوئے ایک اول دوسرا دوم یہ دونوں گولڈ میڈل کے حق دار پائے۔ الحمدللہ

ایک تو بیٹے کے علم میں اضافہ ہوا دوسرا گولڈ میڈل کا اعزاز مل گیا۔

آنکھوں دیکھا حال

بندہ عاجز ہائی بلڈ پریشر کا سخت مریض ہے۔ شدت مرض میں ہسپتال آنا پڑتا ہے۔ جلد ہی خدا کے فضل سے شفایاب ہو کر واپس گھر آجاتا ہوں۔

الاماشاءاللہ

ابھی چند دن قبل کا واقعہ ہے۔ کہ ہائی بلڈ پریشر نہ ٹھیک ہونے کی وجہ سے یہاں آنے پر مجھے بیٹے نے اپنے وارڈ میں داخل کر لیا مریضوں کے اپریشن کا دوسرا دن تھا کافی مریض اپریشن کروائے ہوئے پڑے تھے اکثر غیر از جماعت لوگ یہاں آتے رہتے ہیں۔

ایک معزز مریض سے میں نے دریافت کیا کہ آپ پٹھان معلوم ہوتے ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ میں کوئٹہ سے آیا ہوں تو میں نے عرض کیا اتنی دور سے کیسے آئے آپ احمدی ہیں اس نے جواب دیا نہیں میں نے عرض کیا کتنا کرایا خرچ ہوا اس نے کہا تین سو آنے کا اور تین سو جانے کا کرایا لگتا ہے۔ میں حیران ہوا پھر وہاں کوئی ڈاکٹر نہ ملا تو اس نے کہا کے میرے عزیز یہاں سے اپریشن کروا گئے تھے انہوں نے اس ڈاکٹر کی کامیابی کی بہت تعریف کی تھی میں بھی اس لئے یہاں آیا ہوں یہ ہے محض اللہ تعالیٰ کا فضل جو شفا عطا فرماتا ہے۔ اور مریضوں کو اپنے فرشتوں کی تحریک میں لاتا ہے۔

نمبر ۱ ڈاکٹر رشید محمد راشد آئی سپیشلسٹ اپنے والد محترم ڈاکٹر سلطان احمد مجاہد سابق معلم وقف جدید کے ساتھ

نمبر ۲ عزیزم بدر احمد عرفان ختم قرآن مجید کی تقریب میں اپنے نانا جان محترم چوہدری شبیر احمد صاحب اپنے والد ڈاکٹر رشید احمد راشد اور دادا جان سلطان احمد مجاہد کے ساتھ دعائیہ تقریب کے موقع پر

میری اوّل اہلیہ

والدہ محترم ڈاکٹر رشید محمد راشد ایک ٹرک کے حادثہ سے شہید ہو گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

میں یہ ذکر کرتا چلوں کہ ۳۰۔ جنوری ۱۹۸۰ء کو مغرب کے وقت سڑک عبور کرتے ہوئے ایک ٹرک کے حادثہ میں جو گھر کے قریب ہی ہوا بوقت شہادت آپ صدر لجنہ چک چٹھہ تھیں۔

اب آخر میں اس ماں کے لئے قارئین کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتا ہوں جس نے عظیم بیٹے کو اپنی دعاؤں سے جنم دیا اور بہشتی مقبرہ میں اپنی تمام منزلوں کو عبور کرتے ہوئے ۱۹۸۰ء سے جنت کی ہوا لے رہی ہیں۔ کاش کہ اس عاجز کو بھی اپنے ساتھ ملائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مجاہد (ہومیو)

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

نظارت کی سفارش پر حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت آپ کو معاف فرمادیا ہے۔

اور تحریر فرمایا ہے کہ

"معاف کیا جاتا ہے بنیادی طور پر مخلص ہیں۔ اور احمدیت کے شیدائی ہیں۔ سخت تکلیف کی حالت میں دن بسر کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ اور آئیندہ ابتلاء سے محفوظ رکھے۔ آمین

اطلاعاً تحریر خدمت ہے۔

والسلام

ناظر امور عامہ ربوہ

23-02-92

مکرم

ڈاکٹر سلطان احمد مجاہد ہومیو

دارالرحمٰن کالونی ربوہ

تمام قارئین کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتا ہوں اور انہیں کی دعاؤں اور نام نامی پر یہ رسالہ تحریر خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ حامی وناصر ہو۔ آمین

الفضل

الفضل کے ایڈیٹر پبلیشر اور مضمون نگار کے خلاف مقدمہ

روزنامہ الفضل کے ایڈیٹر، پبلیشر اور ایک مضمون نگار کے خلاف تھانہ ربوہ میں زیر دفعہ ۲۹۸۔ سی مقدمہ درج کر لیا گیا تینوں افراد کی ضمانت قبل از گرفتاری منظور ہو گئی تفاصیل کے مطابق روزنامہ الفضل ربوہ کے ایڈیٹر مکرم مولانا نسیم سیفی صاحب پبلشر مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب اور ایک مضمون نگار بزرگ چوہدری محمد شریف صاحب سابق مربی سلسلہ کے خلاف احمدیت مخالف آرڈیننس کی دفعات کے تحت مقدمہ درج کر لیا ہے۔

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

اٹھو اور آگ کو اپنے آنسوؤں سے بجھاؤ

ہر ایک بدی سے اپنے آپ کو بچالو گے تو بچ جاؤ گے

"اے عزیزو جلد ہر ایک بدی سے پرہیز کرو کہ پکڑے جانے کا دن نزدیک ہے ہر ایک جو شرک کو نہیں چھوڑتا وہ پکڑا جائے گا ہر ایک جو فسق و فجور میں مبتلا ہے وہ پکڑا جاوے گا ہر ایک جو دنیا پرستی میں حد سے گزر گیا ہے اور دنیا کے غموں میں مبتلا ہے وہ پکڑا جاوے گا ہر ایک جو خدا کے وجود سے منکر ہے وہ پکڑا جاوے گا ہر ایک جو خدا کے مقدس نبیوں اور رسولوں اور مرسلوں کو بد زبانی سے یاد کرتا ہے اور باز نہیں آتا وہ پکڑا جائے گا دیکھو آج میں نے بتلا دیا زمین بھی سنتی ہے اور آسمان بھی کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہوگا اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوں سے ناپاک کرے گا وہ پکڑا جائے گا خدا فرماتا ہے کہ قریب ہے جو میرا قہر زمین پر اترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی ہے پس اٹھو اور ہشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جس کی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا کہ یہ سب اس کی طرف سے ہیں میری طرف سے نہیں ہیں کاش یہ باتیں نیک ظنی سے دیکھی جاویں...... یہ میری تحریر معمولی تحریر نہیں دلی ہمدردی سے بھرے ہوئے نعرے ہیں اگر اپنے اندر تبدیلی کرو گے اور ہر ایک بدی سے اپنے تئیں بچاؤ گے تو بچ جاؤ گے کیونکہ خدا حلیم ہے جیسا کہ وہ قہار بھی ہے او تم سے اگر ایک حصہ بھی اصلاح پذیر ہو گا تب بھی رحم کیا جائے گا ورنہ وہ دن آتا ہے کہ انسانوں کو دیوانہ کر دیگا نادان بد قسمت کہے گا کہ یہ باتیں جھوٹ ہیں ہائے وہ کیوں اس قدر سوتا ہے آفتاب تو نکلنے کو ہے جب خدا تعالیٰ اس وحی کے الفاظ میرے پر نازل کر چکا تو ایک روح کی آواز میرے کان میں پڑی جو کوئی ناپاک روح تھی اور میں نے اس کو یہ کہتے سنا کہ میں سوتے سوتے جہنم پڑ گیا انسان کا کیا حرج ہے کہ اگر وہ فسق و فجور کو چھوڑ دے کونسا اسمیں اس کا نقصان ہے اگر وہ مخلوق پرستی نہ کرے آگ لگ چکی ہے اٹھو اور اس آگ کو اپنے آنسوؤں سے بجھاؤ بنی اسرائیل میں جو شخص گناہ کرتا تھا اس کو حکم ہوتا تھا کہ اپنے تئیں قتل کر دے پس گو یہ حکم تمہارے لئے نہیں ہے مگر یہ تو ضرور چاہئے کہ اس قدر توبہ استغفار کرو کہ گویا مر ہی جاؤ تا وہ حلیم خدا تم پر رحم کرے آمین"

(اشتہار ۸ اپریل ۱۹۰۵)

ربوہ کے ایک شہری کو زدوکوب کیا گیا

پولیس نے شہری کے خلاف ہی مقدمہ درج کر لیا

ربوہ کے ایک احمدی مکرم ہومیو ڈاکٹر سلطان احمد مجاہد صاحب کے خلاف ربوہ پولیس نے تبلیغ کرنے اور کلمہ طیبہ والی انگوٹھی پہننے کے الزام میں زیر دفعہ ۲۹۸ سی، ۲۹۸ بی مقدمہ درج کر کے انہیں گرفتار کر لیا ہے واقعات کے مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۸۸ کو مکرم ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مجاہد ربوہ سے فیصل آباد بذریعہ بس جا رہے تھے کہ بس میں بیٹھے ہوئے بعض نوجوانوں ان کے ہاتھ پر کلمہ طیبہ والی انگوٹھی دیکھ کر ان سے پوچھا کہ کیا وہ احمدی ہیں انہوں نے اقرار کیا انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو کہا کہ انگوٹھی اتار کر ان کو دیں انہوں نے انکار کیا ان نوجوانوں نے زبردستی چنیوٹ میں ان کو بس سے اتار لیا اور مارتے پیٹتے ہوئے تھانہ صدر لے گئے اور ان کے خلاف رپورٹ درج کروانے کی کوشش کی بجائے اس کے کہ تھانے والے ایک ایسے شخص جسے بلاوجہ مارا پیٹا جا رہا تھا تحفظ مہیا کرتے انہوں نے ان نوجوانوں کو کہا کہ ڈاکٹر سلطان مجاہد کو تھانہ سٹی لے جائیں یہاں پہنچنے پر بھی پولیس نے اس بے گناہ شہری کو تحفظ دینے کی بجائے ان لڑکوں کو مشورہ دیا کہ ان کو تھانہ ربوہ لے جائیں چنانچہ اس طرح ڈاکٹر سلطان مجاہد صاحب کو ربوہ لایا گیا یہاں کی پولیس نے بھی ڈاکٹر صاحب کی کسی قسم کی مدد دینے کی بجائے اور ان لڑکوں کے خلاف کارروائی کرنے کی بجائے ان لڑکوں میں سے ایک مسمی تنویر احمد بلاک ۱۰ سرگودھا کی طرف سے ڈاکٹر صاحب کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔ اور جو ایف آئی آر درج کی گئی اس میں لکھا گیا کہ ربوہ کے اڈہ پر ملزم نے احمدیت کی تبلیغ کی نیز کلمہ والی انگوٹھی پہن کر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کیا لہٰذا ان کے خلاف مقدمہ درج کیا جاتا ہے پولیس نے ڈاکٹر سلطان مجاہد صاحب کو گرفتار کر لیا اور ۱۳ دسمبر کو انہیں جوڈیشل حوالات چنیوٹ میں بھجوا دیا گیا۔ ربوہ کے مقامی حلقوں نے پولیس کے اس رویہ پر سخت احتجاج کیا ہے کہ ایک شریف اور پرامن شہری کو بغیر کسی جرم کے مارا پیٹا گیا اور پھر مارنے والے نوجوانوں کے خلاف مقدمہ درج کرنے کی بجائے بے گناہ شہری کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا اعلیٰ حکام کو فوری طور پر اس واقعے کا نوٹس لینا چاہیے اور ملزموں کے خلاف کارروائی کر کے بے گناہ اور پرامن شہریوں کو تحفظ دینا چاہیے واضح رہے کہ ڈاکٹر سلطان مجاہد صاحب کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہے۔

ابتدائی اطلاع رپورٹ نسبت جرم قابل دست اندازی پولیس رپورٹ شدہ
زیر دفعہ ضابطہ مجموعہ فوجداری

214- 333440 تھانہ ربوہ جھنگ تاریخ ووقت وقوعہ

1	تاریخ وقت رپورٹ 12 دسمبر 1988ء	وقت ڈھائی بجے دن رپٹ	نمبر 6	تھانہ کی روانگی کی تاریخ وقت	پیش رپورٹ
2	نام وسکونت اطلاع دہندہ مستغیث	بذریعہ تحریری درخواست ازاں مدعی تنویر احمد ولد کمال احمد قوم مغل بلاک ۱۰ سرگودھا 5/5 بلاک ۱۰ مرسلہ عبدالحمید S.I تھانہ ربوہ			
3	مختصر کیفیت جرم (بمعہ دفعہ) ومال اگر کچھ کھو گیا ہو	زیر دفعہ PPC - 298 /D -298 /C			
4	جائے وقوعہ وفاصلہ تھانہ سے اور سمیت	حد رقبہ قصبہ وفاصلہ از تھانہ ڈیڑھ فرلانگ جانب شمال			
5	کارروائی متعلقہ تفتیش اگر اطلاع درج کرنے میں کچھ توقف ہو ہو تو اس کی وجہ بیان کی جائے	حسب آمد استغاثہ			

دستخط عنایت اللہ عہدہ محرر کانسٹیبل

31-12-86

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم جناب یوسف سہیل صاحب شوق

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

31/1/89

ڈاکٹر سلطان احمد مجاہد کی کتاب
شان کریمانہ کا مسودہ واپس ارسال ہے۔ نظارت
کو اسکی اشاعت پر کوئی اعتراض نہیں ہے

سید عبدالحی
ناظر اشاعت